جلد ۴ اگست ۱۹۶۳ء شمارہ ۸

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنا **انصار اللہ** ربوہ

انصار اللہ

اگست سنہ ۱۹۶۳ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرستِ مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
عیسائیت کا استیصال اور اسکے مختلف مراحل	ایڈیٹر	۳
گناہ سے نجات کفارہ پر ایمان لانے سے نہیں	حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام	۱۴
حمد ذاتِ باری تعالیٰ (عربی نظم)	" " "	۱۷
مَیں ہی دین کا مجدد ہوں (فارسی نظم)	" " "	۱۸
نجات کا صحیح طریق سچی توبہ ہے	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ	۱۹
قطعات	مکرم عبدالمنان صاحب ناہید	۲۲
دعاؤں کے دن اور دعاؤں کی راتیں	مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم-اے	۲۳
تلاوتِ قرآن کریم	مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم-اے	۲۷
"خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو"	مکرم قائد صاحب عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ	۳۲
انصاراللہ کی ذمہ داریاں	مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ حیدرآباد ڈویژن	۳۷
مجالسِ انصاراللہ کیلئے ایک قابلِ تقلید مثال	قائد صاحب اشاعت مجلس انصاراللہ مرکزیہ	۴۱
بچوں کے صفحات :-		
خطرناک نقص	ایڈیٹر	۴۵
مومن کی شان (نظم)	دُرِّ عدن	۴۶
اہم مرکزی اعلانات	قائدین مرکزیہ	۴۷

طابع و ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصاراللہ" دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۸

۱۵ اگست ۱۹۶۳ء

عیسائیت کا استیصال اور اسکے مختلف مراحل

آخری زمانہ میں اسلام کے مستقل غلبہ کی آسمانی سکیم

مخبرِ صادق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے بموجب مسیحِ موعود کے لئے مقدر تھا کہ وہ دورِ آخر میں صلیب کے غلبہ کے وقت دنیا میں مبعوث ہو اور اُس کے اِس غلبہ کو مٹا کر اس کی بجائے ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود دنیا میں مبعوث ہو کر اِس اہم اور عظیم الشان کام کو کسی جنتر منتر کے ذریعہ طرفۃ العین میں نہیں بلکہ بتدریج رونما ہونے والے ہمہ گیر انقلابات کے مقررہ اصولوں کے عین مطابق مختلف مراحل میں سرانجام دے گا۔ اگر دیکھا جائے تو اِن مراحل کا ذکر خود اُس حدیث میں موجود ہے جس میں مسیح موعود کے مفوضہ فرائض کی وضاحت کی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں بعثتِ مسیحِ موعود کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر یعنی یہ کہ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا۔

حدیث کے اِن الفاظ میں مسیحِ موعود کے دو کام بیان کئے گئے ہیں لیکن اپنے معانی و مفہوم کے اعتبار سے اِن دونوں کاموں کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے عیسائیت کا استیصال۔ جب مقصد ایک ہی ہے اور فی الاصل دونوں ایک ہی نوعیت کے کام ہیں تو پھر انہیں علیحدہ علیحدہ کیوں بیان کیا گیا اور پھر کسرِ صلیب کو قتلِ خنزیر سے کیوں مقدّم رکھا گیا؟۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں علیحدہ علیحدہ بیان کرنے سے اُن دو مراحل کی طرف اشارہ مقصود ہے جن میں بتدریج

عیسائیت کا استیصال ہوتا تھا۔ اِن میں سے پہلا مرحلہ کسرِ صلیب کا ہے اور دوسرا مرحلہ قتلِ خنزیر کا۔ یہ ترتیب صاف ظاہر کر رہی ہے کہ صلیب توڑنے کا کام پہلے انجام پائے گا اور اس کے بعد اُس مخصوص عملِ خیر کی باری آئے گی جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قتلِ خنزیر کا حکم رکھے گا۔ اور جب اِن دو مختلف مراحل میں یہ دونوں کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے تو اُس وقت عیسائیت رُوئے زمین سے یکسر نابود ہو جائے گی اور اُس کی جگہ اسلام کے غالب آنے سے ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جمع ہو گی۔

اب استیصالِ عیسائیت کے اِن دونوں مراحل اور ان کی مخصوص نوعیت کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر سے مراد کیا ہے؟ آیا اِن الفاظ سے اِن کے لُغوی معانی مراد ہیں یا یہ لغوی معانی سے ہٹ کر کسی خاص مفہوم کے حامل ہیں۔ سو خود شارحین حدیث کے نزدیک کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کے الفاظ استعارہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ تو کسرِ صلیب سے یہ مراد ہے کہ مسیح موعود صلیبیں توڑتا پھرے گا اور نہ قتلِ خنزیر سے یہ مراد ہے کہ وہ جنگلوں میں تلاش کر کر کے سُوروں کو مارتا پھرے گا۔ کسرِ صلیب میں اِس طرف اشارہ ہے کہ وہ دلائل و براہین اور حجج قاطعہ کی رُو سے عیسائی مذہب کا بطلان ثابت کرے گا اور اس کے بالمقابل اسلام کی صداقت کو دنیا پر آشکار کر کے اسے اسلام کی طرف دعوت دیگا حتیٰ کہ اُس کے اِن دلائل و براہین اور حجج قاطعہ سے بکثیر عاجز آ کر عیسائی اُسکے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اُس کے سامنے اُن کی کچھ پیش نہ جائے گی۔ چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اِس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ کسرِ صلیب سے کیا مراد ہے لکھا ہے:۔

ای فیبطل النصرانیۃ ویحکم بالملّۃ الحنفیۃ۔

یعنی مسیح موعود کے ہاتھوں کسرِ صلیب کے معنے یہ ہیں کہ وہ عیسائیت کا ابطال کریگا اور دینِ اسلام کے مطابق فیصلہ کریگا۔

اور علامہ عینیؒ نے تو یہاں تک تحدّی کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہاماً بتایا ہے کہ کسرِ صلیب سے ابطالِ عیسائیت مراد ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

فتح لی هنا عنی من الفیض الالٰه وهو ان المراد من کسر الصلیب اظهار کذب النصاریٰ حیث ادعوا ان الیهود صلبوا عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام علی خشب فاخبر الله تعالیٰ فی کتابه العزیز بکذبهم و افترائهم۔

مجھے کسرِ صلیب کے معنے الہاماً بتائے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ مسیح موعود آ کر نصاریٰ کے اِس کذب کا اچھی طرح اظہار کر دے گا جو وہ کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر مار دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی اپنی کتاب عزیز میں اُن کے اِس کذب اور جھوٹ کی خبر دی ہے۔

(عمدۃ القاری فی شرح البخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۴ مطبوعہ مصر)

اسی طرح قتلِ خنزیر سے مراد یہ ہے کہ اُس زمانہ میں عیسائیت کے باطل عقائد کے زیرِ اثر نصاریٰ میں بے دینی، بے حیائی اور ناپاکی اِس قدر بڑھ جائے گی کہ وہ انسان ہوتے ہوئے بھی خنزیر کے سے خصائل اختیار کر لیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کا ذکر کرنے کے بعد اُن کے متعلق فرمایا ہے:۔

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ (المائدہ آیت ۶۱) یعنی اُن میں سے بعض کو اللہ نے بندر اور سُوّر بنا دیا ہے۔

یہاں یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ وہ فی الحقیقت بندر اور سُوّر بن گئے ہیں بلکہ استعارۃً مراد یہ ہے کہ اپنی بداعمالیوں اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کے باعث انہوں نے پلید جانوروں کے سے خصائل اختیار کر لئے ہیں۔ اسی طرح قتلِ خنزیر سے مراد یہ ہے کہ مسیحِ موعود کسرِ صلیب کا فریضہ انجام دینے کے بعد خنزیر صفت لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دے گا اور پھر انہیں بے دینی اور بے حیائی سے پاک کر کے انہیں آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے قابل بنائے گا۔ قتلِ خنزیر سے مراد خنزیری صفات کا قلع قمع ہے نہ کہ خنزیر نامی جانوروں یا خنزیر صفت لوگوں کا قتلِ عام۔ سو گویا کسرِ صلیب مسیحی عقائد کے ابطال کی وجہ سے نظریاتی انقلاب پر دلالت کرتا ہے اور قتلِ خنزیر خنزیری صفات کے قلع قمع کے باعث عملی انقلاب کا آئینہ دار ہے۔

اِس جگہ عیسائیوں کے اِس اعتراض کا ازالہ ضروری ہے کہ قرآن مجید اور احادیثِ نبوی میں بگڑے ہوئے نصاریٰ کو خنزیر قرار دے کر ان کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو سراسر دل آزارانہ اندازِ کلام پر دلالت کرتے ہیں۔ سو یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے اس میں نہ تو کسی قسم کی توہین کا شائبہ پایا جاتا ہے اور نہ اِس سے کوئی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں اظہارِ واقعہ کے طور پر وہی محاورہ استعمال فرمایا ہے جو خود انجیل میں غیر اقوام کے بدکردار افراد کے لئے استعمال ہوا ہے اور جو مسیح کی آمدِ ثانی سے قبل خود بدعتوں کا شکار ہو کر بے حیائی کے طریق اختیار کرنے والے مسیحیوں کے حق میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ انجیل کی رُو سے مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی کہ وہ غیر یہودی اقوام کے افراد کے سامنے خدا کا کلام پیش نہ کریں کیونکہ وہ اسے قبول کرنے کی قطعاً اہلیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"پاک چیز کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سُوّروں کے آگے نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اُن کو پاؤں تلے روندیں اور پلٹ کر تم کو پھاڑیں۔" (متی باب ۷ آیت ۶)

مسیح علیہ السلام نے تو غیر قوموں کے افراد کو کُتّے اور سُوّر قرار دیا تھا ان کے سب سے بڑے حواری

پطرس نے خود اُن مسیحیوں کو جو مسیح کی آمدِ ثانی سے قبل دوبارہ دنیا کی آلائشوں میں ملوّث ہو کر شہوت پرستی کا شکار ہو جانے والے تھے کتّے اور سُوّر قرار دیا۔ چنانچہ پطرس نے اپنے ایک خط میں مسیحیوں کو خبردار کیا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم میں جھوٹے استاد پیدا ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور تم میں سے بہتیرے ان کی شہوت پرستی کی پیروی کریں گے اور اس طرح راہِ حق کی بدنامی کا موجب ہوں گے۔ ایسے مسیحیوں کے بُرے انجام کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد پطرس نے اُن کے متعلق لکھا:۔

"اُن پر یہ سچی مثل صادق آتی ہے کہ کتّا اپنی قے کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہلائی ہوئی سؤرنی دلدل میں لوٹنے کی طرف"۔ (۲-پطرس باب۲ آیت ۲۲)

اب کیا نعوذ باللہ یہ کہا جائے کہ مسیح نے غیر قوموں کے بدکردار افراد کو اور پطرس نے خود راہِ حق سے بھٹک کر بداعمالیوں کا شکار ہونے والے مسیحیوں کو کتّے اور سُوّر کہہ کر انہیں گالی دی ہے اور اس طرح دل آزاری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ایسا سمجھنا معصیت ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے پاک بندے جو اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں کبھی گالی نہیں دیا کرتے البتہ انہیں اظہارِ حقیقت کے طور پر بعض باتیں ایسی کہنی پڑتی ہیں جو بظاہر کسی قدر تلخی کی حامل نظر آتی ہیں لیکن ہوتی ہیں سَو فیصدی درست۔ اُن کا مقصد اصلاحِ احوال کی غرض سے اظہارِ حقیقت ہوتا ہے نہ کہ دوسروں کی دل آزاری اور اُن کی تذلیل۔ اگر وہ ایسا نہ کریں اور اغماض سے کام لیں تو اصلاح ممکن نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں مجبوراً کہتے ہیں اور وہ بھی روحانی معالج کی حیثیت میں علاج کی نیّت سے۔ چنانچہ متی باب۷ آیت ۶ میں استعمال شدہ محاورہ اور تشبیہہ کا ذکر کرتے ہوئے بائیبل کے مشہور عیسائی مفسّر دی ریورنڈ البرٹ بارنز اپنی تفسیر بائیبل میں لکھتے ہیں:۔

"اِس آیت میں کُتّوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو کلامِ الٰہی کو حقارت سے ٹھکراتے، اس کی توہین کے مرتکب ہوتے اور اس کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے یعنی ایسے لوگ جو اپنی گندی ذہنیت اور مزاج کی تلخی کے باعث غرّانے والے جھگڑالو کُتّوں کی طرح اس پر جھپٹتے ہیں۔ اسی طرح سُؤروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدائی احکام کو پَیروں تلے روندنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کی زندگی ناپاک اور پلید ہوتی ہے اور وہ خود آلائشوں میں پھنسے ہوئے گندے اور شہوت پرست ہوتے ہیں۔ اس محاورہ کا مطلب یہ ہے کہ اس ہدایت کو متشدد اور دریدہ دہن لوگوں کے سامنے پیش مت کرو مبادا وہ تم پر غرّائیں اور لعنت بھیجیں اور نہ اسے حد سے زیادہ گندے اور پلید لوگوں کے سامنے پیش کرو جو اس کی قدر و قیمت کو نہ پہچانیں اور اُلٹا اُسے پاؤں تلے روندیں۔ یہ آیت نفسی تقابل و توازن کی ایک

خوبصورت مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔"

(عہدنامہ جدید کی انگریزی تفسیر مصنفہ البرٹ بارنز سترھواں ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۳۲ء صفحہ ۳۴ زیر آیت متی ۷/۶)

پس قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کی بداعمالیاں اور بدکرداریاں ظاہر کرنے کے لئے اگر انہیں خنزیر سے تشبیہہ دی ہے تو اسے کسی صورت بھی دل آزاری پر محمول نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ دونوں جگہ اظہارِ واقعہ کے طور پر انجیلی محاورہ یا با الفاظِ دیگر مسیح اور پطرس کے ہی الفاظ کو دُہرایا گیا ہے اور بس۔ اگر انجیل میں اس محاورہ کا استعمال نفسی تقابل و توازن کی ایک خوبصورت مثال کہلا سکتا ہے تو قرآن مجید اور احادیثِ نبوی میں اس کا اعادہ کس طرح قابلِ اعتراض ٹھہر سکتا ہے اور اسے کیوں نفسی تقابل و توازن کی ایک خوبصورت مثال قرار نہیں دیا جاتا۔ بالخصوص آجکل کے زمانے میں پطرس کی پیش خبری کے بموجب جب مغرب کا عیسائی معاشرہ حد سے زیادہ معصیت اور اعتقادی و عملی فساد کی آماجگاہ بن چکا ہے حدیثِ نبوی میں اس انجیلی محاورہ کا اعادہ کسی حال میں بھی قابلِ اعتراض نہیں ٹھہر سکتا۔ جہاں تک مغرب کے عیسائی معاشرہ کی ابتری اور بدحالی کا تعلق ہے امریکہ کے شہرۂ آفاق عیسائی منادڈاکٹر بلی گراہم کا حسب ذیل اعتراف اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:۔

"عوام کا جنسی شغف اس قدر بڑھ چکا ہے کہ قوم لوط کی مشہور بستیوں سدوم اور عمورہ (جنہیں خدا نے اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا تھا) کی یاد تازہ ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ کچھ عرصہ ہوا میری بیوی نے کہا تھا کہ —— اگر خدا نے امریکہ کے بارہ میں اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی ……

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آج ہم اتنے وسیع پیمانے پر برائیوں کو پنپتے دیکھ رہے ہیں کہ دنیا نے بداعمالیوں کی اتنی کثرت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس سارے ڈرامہ کے پس پردہ شیطان کا مکروہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔" (ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۵۰و۵۱)

بہرحال کسرِ صلیب سے مراد نظریاتی اور اعتقادی بنیادوں پر عیسائیت کا بطلان ہے اور قتلِ خنزیر عملی انقلاب پر دلالت کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود خنزیر صفت لوگوں کو اُن کی بداعمالیوں سے پاک کر کے انہیں آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے قابل بنائے گا جو اسلام پر ایمان لانے اور اس کی بے مثال و لازوال تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے بعد ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ پھر قتلِ خنزیر سے کسرِ صلیب کا مقدم ہونا اس امر پر دال ہے کہ مسیح موعود پہلے مرحلہ کے طور پر عیسائی عقائد کا بطلان ثابت کر کے اس کے بالمقابل اسلام کی صداقت کو دنیا پر آشکار کرے گا اس کے

بعد دوسرا مرحلہ شروع ہوگا جس میں خود عیسائیوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر اور انہیں حقیقی پاکیزگی، تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ کے اوصاف سے متصف کر کے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے قابل بنایا جائے گا۔ اور جب یہ مرحلہ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا تو اسلام کُل دنیا پر غالب آکر اس کُرّۂ ارض کو خدائے واحد کی حمد و ثنا، نیکی و پارسائی اور تقویٰ وطہارت سے بھر دے گا۔ ذالک تقدیر العزیز الحکیم۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس زمانہ میں صلیب کے عالمگیر غلبہ کے وقت مسیح موعود کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق خدائی حکم کے ماتحت دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اس عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت کے علاوہ ..... حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے سو میں **صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں**۔ میں آسمان سے اُترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُن کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔"

(فتح اسلام)

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق پہلے کسرِ صلیب کا فریضہ انجام دیا اور پھر قتلِ خنزیر کا۔ یعنی آپ نے پہلے دلائل و براہین اور حجج قاطعہ کی رُو سے دنیا پر عیسائیت کا بطلان ثابت فرمایا اور اس شان سے فرمایا کہ دنیائے عیسائیت میں ایک زلزلہ آگیا اور اپنے اور پرائے سب ہی پکار اُٹھے کہ صلیب پاش پاش ہوگئی۔ آپ نے جب وفاتِ مسیح کے اسلامی عقیدہ کا اعلان کیا اور پوری جامعیت کے ساتھ ثابت فرمایا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ صلیب پر سے زندہ اُترنے کے بعد انہوں نے کشمیر کی طرف ہجرت کی اور پھر اپنا مشن پورا کرنے کے بعد وہیں طبعی موت سے وفات پائی تو مروجہ عیسائیت کی بنیاد یکدم ختم ہو کر رہ گئی اور الوہیتِ مسیح کا سارا طلسم دُھواں ہو کر ہوا میں اُڑ گیا۔ یہی نہیں آپ نے عیسائیت کے ایک ایک عقیدہ پر ایسی کڑی تنقید کی اور عقلی اور نقلی لحاظ سے ان کا باطل ہونا اس شان سے ثابت کیا کہ عیسائیوں کو اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔ وہ جو اسلام پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے اب اُن کا سارا وقت اسلام کے اس بطلِ جلیل کے زوردار حملوں کے دفاع کی سعی لاحاصل

میں صرف ہونے لگا۔ حتیٰ کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور مقابلہ میں آنے سے یکسر انکار کر دیا۔ آپ کی اس شاندار خدمتِ اسلام پر آپ کے مخالف اور معاند بھی پکار اُٹھے کہ واقعی حضرت مرزا صاحب نے عیسائیت کا سحر باطل کر دکھانے اور کسرِ صلیب کا فریضہ انجام دینے میں وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ چنانچہ مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرے کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفینِ اسلام کو دیئے گئے ہیں آج تک معقولیت سے اُن کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا"

(کرزن گزٹ یکم جون ۱۹۰۸ء)

اور اسی طرح "صادق الاخبار" ریواڑی نے آپ کی اس عظیم الشان خدمتِ اسلام کا ان الفاظ میں اعتراف کیا:۔

"مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفینِ اسلام کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر انہیں ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور (ثابت) کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حقِ حمایتِ اسلام کماحقہ، ادا کر کے خدمتِ دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا"

نیز اخبار "وکیل" امرتسر میں مولانا ابوالکلام آزاد نے کسرِ صلیب کا فریضہ نہایت مہتم بالشان طریق پر انجام دینے کی شہادت ان پُرزور الفاظ میں دی:۔

"غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اُس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا"

(اخبار وکیل ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

دوسری طرف عیسائیوں کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی اور وہ عقیدۂ وفاتِ مسیح کے حق میں اور الوہیتِ مسیح کی تردید میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرزور دلائل سُن کر اور اُن کی انقلاب انگیز تاثیرات دیکھ کر چیخ اُٹھے کہ ان نظریات نے تو عیسائیت کی بنیاد کو ہی سرے سے ختم کر کے رکھ دیا ہے اور ان کی وجہ سے عیسائیت کا وجود ہی سرے سے معرضِ خطر میں پڑ گیا ہے۔ چنانچہ عیسائی دُنیا کی ایک نامور شخصیت ڈاکٹر زویمر نے اپنی ایک عربی کتاب میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے پیش کردہ نظریات اور عیسائیت کے خلاف آپ کے زوردار حملوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:-

"فاذا کان ایماننا ھذا خطأً کانت مسیحیّتنا بجملتھا باطلۃ"

(السر العجیب فی فخر الصلیب صفحہ ۴۰)

مسیح کی صلیبی موت پر اگر ہمارا ایمان غلط ہے اور مسیح صلیب پر نہیں مرا تو پھر ہماری ساری مسیحیت ہی سرے سے باطل ہے

اسی طرح گولڈ کوسٹ کے پروفیسر ایس۔ جی۔ ولیم سن نے اپنی کتاب "کرائسٹ اور محمدؐ" میں جماعتِ احمدیہ کے عقائد اور علی الخصوص استیصالِ عیسائیت کے ضمن میں اس کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:-

"مسلمانوں کا عیسائیت پر حملہ لازمی طور پر خود یسوع مسیح کی ذات پر حملہ ہے۔ ان کی کوشش یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا نہیں تھا اور یہ کہ وہ صلیب پر نہیں مرا، مر کر جی نہیں اُٹھا اور وہ آسمان پر چڑھ کر خدا کے داہنے ہاتھ جا نہیں بیٹھا۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے خدا کے ظاہر ہونے کے مسیحی ذریعہ کو ختم کر دیا اور کفارہ کی حقیقت باطل ہو گئی، مختصر یہ کہ انہوں نے سرے سے مسیحی مذہب کو ہی نابود کر کے رکھ دیا کیونکہ یہ ظاہر و باہر ہے کہ اگر مسیح خدا کا بیٹا نہیں تھا اور وہ ابن اللہ ہونے کی حیثیت میں صلیب پر نہیں مرا تو پھر عیسائیت کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمان اس دعوے میں سچے ہیں تو پھر مسیحیوں کی حیثیت غلطی خوردہ پجاریوں سے زیادہ نہیں رہ جاتی۔"

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حد درجہ مایوس کُن اور انتہائی مخالف حالات میں کسرِ صلیب کا فریضہ اس اہتمام بالشان طریق پر ادا کیا کہ اپنے اور پرائے سب عش عش کر اُٹھے اور دوسری طرف معاندینِ اسلام کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی اور وہ سراسیمہ ہو کر ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے کہ ہوا کا رُخ یکدم کیسے پلٹ گیا اور یہ کون ہے کہ جس کی مسیحائی نے اسلام کے تنِ مُردہ میں زندگی کی رُوح پھونک کر اسے تب و تاب اور قوّت و توانائی سے ہمکنار کر دیا۔ بات یہ ہے کہ آپ نے صرف دفاعِ اسلام پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ مردانہ وار میدان میں نکل کر عیسائیت پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ عیسائی پادری جو اسلام کو اپنا شکار سمجھ کر اسے چند دن کا مہمان تصوّر کئے بیٹھے تھے تلملا اُٹھے۔ حتیٰ کہ اس کی صدائے بازگشت عیسائی مشنریوں کی اُس مشہور عالم کانفرنس میں بھی سُنی گئی جو عین اُسی زمانہ میں انگلستان کے

دارالحکومت لندن میں منعقد ہوئی اور جس میں لارڈ بشپ آف گلاسسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے احمدیت کو دنیائے عیسائیت کے لئے ایک عظیم خطرہ قرار دیتے ہوئے مشنریوں کو اس سے نہایت زوردار الفاظ میں خبردار کیا۔
(حوالہ کے لئے دیکھیں" دی آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی اینگلیکن کمیونین منعقدہ ۱۸۹۴ء" صفحہ ۶۴)

آپؑ نے عیسائی عقائد کا بطلان ظاہر کرنے کے لئے اپنی بیش بہا کتب میں ایسے زبردست دلائل پیش کئے اور پھر نشان نمائی میں عیسائیوں کو مقابلہ کی دعوت دے کر اُن پر ایسا اتمام حجت کیا کہ وہ دم بخود ہو کر رہ گئے اور بجز راہِ فرار کے اُن کے لئے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ یہ دلائل اتنے وزنی، اتنے ٹھوس اور پھر اتنے ہمہ گیر ہیں کہ ان میں مزید کسی بنیادی دلیل کا اضافہ قطعاً ناممکن ہے۔ آپؑ کے پیش کردہ بنیادی دلائل کے بعد ان کے تائیدی دلائل تو پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن کوئی نئی بنیادی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی اور اسلئے پیش نہیں کیجا سکتی کہ آپؑ نے اس کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ اور یہی کسرِ صلیب کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو مسیح موعود ہونے کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے آپ کے لئے مقدر کر رکھا تھا اور جس کی آپؑ کے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے تیرہ سو سال پہلے پیشگوئی کرا دی تھی۔

پہلے مرحلہ کے طور پر کسرِ صلیب کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دینے کے علاوہ آپؑ نے استیصالِ عیسائیت کے دوسرے مرحلہ یعنی "قتلِ خنزیر" کا آغاز بھی اپنے دستِ مبارک سے ہی فرمایا اور وہ اس طرح کہ آپ نے عیسائی ملکوں میں اسلام کا پیغام پہنچانے اور روئے زمین کے عیسائیوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنانے کی غرض سے خدائی اذن کے ماتحت ایک وسیع اور طویل المیعاد منصوبہ تیار کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ ایک طرف تو آپؑ نے اپنی قوتِ قدسیہ کی مدد سے اپنے متبعین میں قربانی و ایثار کی بے مثال روح پھونک کر اُن میں خدمتِ اسلام کی ایک لازوال تڑپ پیدا کر دکھائی اور دوسری طرف آپؑ نے اسلامی کاموں کی انجام دہی کے لئے وقفِ زندگی کی تحریک جاری فرمائی یعنی اپنے متبعین کو خدمتِ اسلام کے لئے زندگیاں وقف کرنے کے لئے پکارا اور پھر آئندہ نسلوں میں اس تحریک کو جاری رکھنے کیلئے قادیان میں مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول ایسے مثالی ادارے قائم فرمائے تاکہ ان اداروں میں اسلامی علوم اور علومِ جدیدہ سے آراستہ ہو کر ایسے نوجوان پیدا ہوں جو زمین کے کناروں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی خاطر اس راہ میں عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کے لئے ہر دم تیار رہیں۔

چنانچہ آپؑ کی یہ عظیم الشان مساعی جو آپؑ نے خاص خدائی منشاء اور اُس کے اذن کے ماتحت جاری فرمائی تھیں بار آور ثابت ہوئیں۔ نہ صرف آپؑ کے اپنے زمانہ میں یورپ اور امریکہ کی اقوام تک اسلام کا پیغام پہنچا اور دنیوی آلائشوں میں پھنسی ہوئی روحیں پاک و صاف ہو کر اسلام کی عافیت بخش آغوش میں کھنچی چلی آئیں بلکہ آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزندِ موعود (سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود) کے ذریعے جس کی ولادت اور خلافت غلبۂ اسلام کی

آسمانی سکیم کا ایک اہم حصہ تھی تبلیغ اسلام کے ایک وسیع نظام کی بنیاد پڑی اور چار دانگ عالم میں اسلام کے تبلیغی مشنوں کا قیام عمل میں آیا اور آج یہ آپ ہی کے جاری کردہ طویل المیعاد منصوبے کی برکت ہے کہ کیا یورپ و امریکہ اور کیا افریقہ و ایشیا ہر خطہ اور ہر ملک میں آپ کی قائم کردہ جماعت کے سرفروش مجاہدین اسلام کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں اسلام پھیل رہا ہے اور بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ تثلیث کے وہ پُجاری جو صدیوں سے دنیا کی آلائشوں اور پلیدیوں میں رینگ رہے تھے ایک ایک کر کے توحید کے پرستاروں میں شامل ہونے کے لئے اسلام کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں اور اس کے بالمقابل عیسائیت ہے کہ ہر خطہ اور علاقہ میں پسپا ہو رہی ہے۔ جدھر بھی نگاہ اٹھا کر دیکھو ہر طرف ایک نئی زمین اور نیا آسمان تعمیر ہو رہا ہے۔ اور خود مغرب کے عیسائی دانشور جو پہلے اسلام کو مطعون کرنے میں پیش پیش تھے اب بدلائل یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اسلام زمانہ جدید کے چیلنج کو قبول کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے اور کوئی عجب نہیں کہ یہ دنیا میں غالب آ کر عیسائیت کو کالعدم کر دے۔ چنانچہ برطانیہ کے مشہور فلسفی و مؤرخ پروفیسر آرنلڈ جے۔ ٹوئن بی، امریکہ کے پروفیسر سٹینکو ایم۔ وجیکا، ڈاکٹر ہسٹن سمتھ اور مغرب کے دوسرے بے شمار محققین کے بیانات (جن میں سے کئی ایک ماہنامہ "انصار اللہ" کی سابقہ اشاعتوں میں شائع ہو چکے ہیں) اس امر پر شاہد ناطق ہیں۔

کسرِ صلیب کا مرحلہ جو دلائل و براہین کی رُو سے عیسائیت کے ابطال پر دلالت کرتا تھا پہلے ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اس لئے کہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبردست اور قوی دلائل و براہین پر مشتمل ایسا بے نظیر لٹریچر اپنی یادگار چھوڑا ہے کہ جو عیسائیت کو اب قیامت تک سر نہیں اُٹھانے دیگا۔ لیکن "قتلِ خنزیر" کا مرحلہ جو عملی انقلاب پر دلالت کرتا ہے اور جس کا آغاز حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے وقفِ زندگی کی تحریک نیز مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قیام کے ساتھ فرمایا تھا ابھی چل رہا ہے اور اُس وقت تک چلتا چلا جائے گا جب تک کہ اسلام پورے طور پر دنیا میں غالب نہ آجائے۔ جب تک یہ مرحلہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جائے اُس وقت تک ہمارے لئے اطمینان کا سانس لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ مرحلہ اُس وقت ہی پایۂ تکمیل کو پہنچے گا کہ جب ہم خدمت و اشاعتِ اسلام میں ایسی سرگرمی دکھائیں کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون ہو جائیں۔ پس ہمارے لئے ازبس ضروری ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں کہ ہم استیصالِ عیسائیت کے اس دوسرے اور آخری مرحلہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اپنا تن من دھن سب کچھ لگادیں اور ہم میں سے ہر فرد فی الحقیقت عاشقِ زار کی طرح اسلام پر فدا ہونے کو تیار ہو جائے تا غلبۂ اسلام کی آسمانی سکیم پورے طور پر نافذ ہو کر اسلام کو کرۂ ارض

یہ ہمیشہ ہمیش کے لئے غالب کر دے اور فی الحقیقت دنیا میں نہ کسی مصنوعی کفارہ کا نام و نشان باقی رہے اور نہ کسی مصنوعی خدا کا۔ یہ دنیا ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام تر توحید کے پرستاروں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیواؤں ہی سے آباد نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں استیصالِ عیسائیت اور غلبۂ اسلام کے اِس دوسرے اور آخری مرحلہ کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کے عملی تقاضوں کو بصدق و شوق پورا کرنے کی ہمت و طاقت اور توفیق و مقدرت عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین ؛

عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”مسیح موعود کے وجود کی علّتِ غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کرکے دکھلا دے گا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے خدا تعالیٰ سے بصیرتِ کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آ سکتا۔ چنانچہ فرقہ پادریاں اس جدید طرز کے سوال سے جو حقیقت میں ان کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا۔“ (کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶-۲۲۷)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

گناہ سے نجات کفارہ پر ایمان لانے سے نہیں

بلکہ

خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس پر یقین حاصل ہونے سے ہے

گناہ سے نجات کفارہ پر ایمان لانے سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس پر یقین حاصل ہونے سے ہوتی ہے۔ اور یہ یقین اور معرفت خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی تحدی کے ساتھ فرمایا ہے کہ جو لوگ گناہ سے نجات حاصل کرنا چاہیں وہ میری صحبت میں آکر رہیں کیونکہ گناہ سے نفرت سچی تبدیلی اپنے اندر پیدا کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور وہ تبدیلی میری صحبت میں رہنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ میں اس غرض کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ تاکہ لوگوں کے اندر پاک تبدیلی پیدا ہو۔ اور اس معرفت اور یقین پر لوگوں کو قائم کروں جس کے ذریعہ گناہ بھسم ہو جاتا ہے۔ ذیل میں ہم حضور کے پُر معارف اور بصیرت افروز ملفوظات ہدیۂ احباب کرتے ہیں۔ (ادارہ)

"ایک عیسائی سے اگر پوچھا جائے کہ تُو جو دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح کے خون سے میرے گناہ پاک ہو گئے تیرے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ وہ کون سے فوق العادت امور تجھ میں پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ایک غیر معمولی خدا ترسی اور نکوکاری کی روح تجھ میں پھونک دی ہے تو وہ کچھ جواب نہ دے سکے گا۔ برخلاف اس کے اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں اُسکو ان خارق عادت امور کا زبردست ثبوت دے سکتا ہوں۔ اور اگر کوئی طالب صادق ہو اور اُس میں شتاب کاری اور بدظنی کی قوت بڑھی ہوئی نہ ہو تو میں اُسے مشاہدہ کرا سکتا ہوں۔

بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اُن کے دلائل نہ بھی ملیں تو اُن کی تاثیرات بجائے خود انسان کو قائل کر دیتی ہیں اور وہی تاثیرات دلائل کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔ کفارہ کے حق ہونے کے دلائل عیسائیوں کے پاس نہیں ہیں جیسا کہ وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک راز ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ اُن تاثیرات کو ہی پیش کریں جو کفارہ کے اعتقاد نے پیدا کی ہیں۔ یورپ کی اباحتی زندگی دُور سے ان تاثیرات کا نمونہ دکھا رہی ہے، اس سے بڑھ کر وہ کیا پیش کریں گے اور یہ عقلمند کے سمجھ لینے

کے واسطے کافی ہے کہ کیا اتر ہوا۔

ایک اَور بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے جس پر غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض آدمیوں کو بڑے بڑے دھوکے لگے ہیں اور وہ جادۂ مستقیم سے بھٹک گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ انسان کی پیدائش ایک قسم کی نہیں ہے۔ جیسے بوٹیاں ہزاروں قسم کی ہوتی ہیں اور جمادات میں مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں۔ کوئی چاندی کی کان ہے، کوئی سونے کی، کوئی پیتل اور لوہے کی۔ اسی طرح پر انسانی فطرتیں مختلف قسم کی ہیں۔ بعض انسان اس قسم کی فطرت رکھتے ہیں جو ایک گناہ سے نفرت کرتے ہیں اور بعض کسی اَور قسم کے گناہ سے۔ مثلاً ایک آدمی ہے کہ وہ چوری تو کبھی نہیں کرتا لیکن زناکاری اور قسم قسم کی بے حیائی اور بے باکی کرتا ہے۔ یا ایک زنا سے تو بچتا ہے لیکن کسی کا مال مار لینے یا خون کر دینے کو گناہ ہی نہیں سمجھتا اور بڑی دلیری کے ساتھ ایسی بیہودہ بات اور افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک آدمی کو جو دیکھتے ہیں تو اُسے کسی نہ کسی قسم کے گناہ میں مبتلا پاتے ہیں اور بعض حصّوں میں اور بعض قسم کے گناہوں میں بالکل معصوم ہوتے ہیں۔ پس جس قدر افراد انسانوں کے پائے جاتے ہیں اُن کی بابت ہم کبھی بھی قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ سب کے سب ایک ہی قسم کے گناہ کرتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ کوئی کسی میں مبتلا ہے کوئی دوسرے میں گرفتار ہے۔ کسی قوم کی بابت وہ مغرب میں ہو یا مشرق میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ بالکل گناہ سے بچی ہوئی ہے۔ صرف اس قدر تو مانیں گے کہ فلاں گناہ وہ نہیں کرتی مگر یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ بالکل نہیں کرتی۔ یہ فطرت اور یہ قوّت کہ بالکل گناہوں سے بیزاری اور نفرت پیدا ہو جائے سچی تبدیلی کے بغیر کسی کو مل نہیں سکتی اور اس تبدیلی کو پیدا کرنا ہمارا کام ہے۔

جو لوگ صدقِ دل اور اخلاص کے ساتھ صحتِ نیّت اور پاک ارادہ اور سچّی تلاش کے ساتھ ایک مُدّت تک ہماری صحبت میں رہیں تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی تجلّیات کی چمکار سے اُن کی اندرونی تاریکیوں کو دُور کر دے گا اور اُنہیں ایک نئی معرفت اور نیا یقین خدا پر پیدا ہوگا اور یہی وہ ذریعے ہیں جو انسان کو گناہ کے زہر کے اثر سے بچا لیتے ہیں اور اس کے لئے تریاقی قوّت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وہ خدمت ہے جو ہمارے سپرد ہوئی ہے اور اسی ایک ضرورت کو مَیں پورا کرنا چاہتا ہوں۔ جو انسان اس زنجیر اور قید سے نجات پانے کو محسوس کرتا ہے۔ جو گناہ کی زنجیریں ہیں۔ اُسے اسی طریق پر نجات ملے گی۔

پس اگر کوئی قصّے کہانیوں کو ہاتھ سے پھینک کر اور ان وہمی حیلوں اور خیالی ذریعوں کو چھوڑ کر کسی کی خودکشی بھی گناہ سے بچا سکتی ہے صدق اور اخلاص سے یہاں رہے گا تو وہ خدا کو دیکھ لے گا اور خدا کو دیکھ لینا ہی گناہ پر موت وارد کرتا ہے ورنہ اتنی ہی بات پر خوش ہو جانا کہ فلاں گناہ مجھ میں نہیں یا فلاں عیب سے مَیں بچا ہوا ہوں حقیقی نجات کا وارث نہیں بنا سکتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی نے اسٹرکنیا کھا کر موت حاصل کی اور کسی نے سمّ الفار یا بادام

کے زہر سے جان دے دی۔ ہم کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ عیسائیوں کے طریقِ نجات پر یا کسی اور مذہب کے پیش کردہ دستور پر کوئی لمبی چوڑی بحث کریں۔ تجربہ اور مشاہدہ خود گواہ ہے ہم تو صرف وہی طریق بتانا چاہتے ہیں جو خدا نے ہمیں سمجھایا ہے اور جس طریق پر ہمیں اطلاع دی ہے۔

پس گناہوں سے بچنے کا سچا طریق جو مجھے بتایا گیا ہے اور جس کو کُل انبیاء کی پاک جماعت نے اپنے اپنے وقت پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ انسانی جذبات پر انسان کو اُسی وقت کامل فتح مل سکتی ہے اور شیطان اور اُس کی ذریّت کی شکست کا وہی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کے دل پر ایک درخشاں یقین نازل ہو کہ خدا ہے۔ اور اُس کی پاک صفات کے صریح خلاف ہے کہ کوئی گناہ کرے اور گناہ گاروں پر اُسکا غضب بھڑکتا ہے اور پاکبازوں کو اُس کا فضل و رحم ہر بلا سے نجات دیتے ہیں۔ اور یہ معرفت اور یہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا جبتک اُن لوگوں کے پاس ایک عرصہ تک نہ رہیں جو خدا تعالیٰ سے شدید تعلق رکھتے ہیں اور خدا سے لیکر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ پس یہی ہماری غرض ہے جو لے کر ہم دنیا میں آتے ہیں اور اس کو ہم نے آپ کو سُنا دیا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صـ۱۹ تا صـ۲۱)

محبّتِ الٰہی معرفت پر موقوف ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایمان کا قوی ہونا یا اعمال صالحہ کا بجا لانا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق قدم اٹھانا یہ تمام باتیں معرفتِ کاملہ کا نتیجہ ہیں جس دل کو خدا تعالیٰ کی معرفت میں سے کچھ حصّہ نہیں ملا وہ دل ایمان قوی اور اعمال صالحہ سے بھی بے نصیب ہے معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کی محبت دل میں جوش مارتی ہے . . .

پس معلوم ہوا کہ تمام محبّت اور خوف معرفت پر موقوف ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ جلد پنجم صـ۱۴)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

حمدِ ذاتِ باری

اَللّٰہُ خَلَّاقِیْ وَمُھْجَۃُ مُھْجَتِیْ　　حِبٌّ فَدَتْہُ النَّفْسُ کُلَّ فِدَاءٖ

اللہ ہی میرا خالق ہے اور وہ میری جان کی جان ہے۔ وہ ایسا دوست ہے کہ میری جان بکلّی اس پر فدا ہو جائے

وَلَہُ التَّفَرُّدُ فِی الْمَحَامِدِ کُلِّھَا　　وَلَہٗ عَلَاءٌ فَوْقَ کُلِّ عَلَاءٖ

وہ تمام صفاتِ حمد میں منفرد ہے۔ اور اس کو تمام بلندیوں سے برتری حاصل ہے

فَانْھَضْ لَہٗ اِنْ کُنْتَ تَعْرِفُ قَدْرَہٗ　　وَاسْبِقْ بِبَذْلِ النَّفْسِ وَالْاِعْدَاءٖ

اگر تُو اس کی قدر جانتا ہے تو اس کی طرف دَوڑ کر چل۔ اور جان دے کر اور خوب تیاری سے آگے بڑھ۔

مَلَکُوْتُہٗ تَبْقٰی بِقُوَّۃِ ذَاتِہٖ　　وَلَہُ التَّقَدُّسُ وَالْعُلٰی بِغِنَاءٖ

اُس کی بادشاہی اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اور اُس کا تقدّس اور برتری صفتِ بے پرواہی سے ہے

غَلَبَتْ عَلٰی قَلْبِیْ مَحَبَّۃُ وَجْھِہٖ　　حَتّٰی رَمَیْتُ النَّفْسَ بِالْاِلْغَاءٖ

اس کے چہرے کی محبّت مجھ پر یہاں تک غالب آگئی ہے کہ مَیں نے اپنے نفس کو مفت چھوڑ دیا ہے۔

وَاَرَی الْوِدَادَ اَنَارَ بَاطِنَ بَاطِنِیْ　　وَاَرَی التَّعَشُّقَ لَاحَ فِیْ سِیْمَائِیْ

مَیں دیکھتا ہوں کہ محبّتِ الٰہی نے میرے باطن کو روشن کر دیا ہے اور اسکے عشق کے آثار میرے چہرے پر ظاہر ہو رہے ہیں

مَا بَقِیَ فِیْ قَلْبِیْ سِوَاہُ تَصَوُّرٌ　　غَمَرَتْ اَیَادِی اللّٰہِ وَجْہَ رَجَائِیْ

میرے دل میں اس کے سوا کوئی تصوّر باقی نہیں رہا۔ خدا کی نعمتوں نے میری خواہشوں کے مُنہ کو ڈھانپ دیا ہے

یَارَبِّ اٰمَنَّا بِاَنَّکَ وَاحِدٌ　　رَبُّ السَّمَاءِ وَخَالِقُ الْغَبْرَاءٖ

اے رب ہم ایمان لائے ہیں کہ تُو واحد ہے۔ آسمانوں کا رب اور زمین کا خالق ہے۔

(منن الرحمٰن)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

مَیں ہی دین کا مجدّد ہوں

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدّد ایں دین و رہنما باشد

مجھے غیب سے یہ خوشخبری ملی ہے کہ مَیں وہی انسان ہوں جو اس دین کا مجدّد اور راہنما ہے۔

لوائے ما پنہِ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

ہمارا جھنڈا ہر خوش قسمت انسان کی پناہ ہوگا۔ اور کُھلی کُھلی فتح کا شہرہ ہمارے نام پر ہوگا۔

عجب مدار اگر خلق سوئے ما بدوند
کہ ہر کجا کہ غنی مے بود گدا باشد

اگر مخلوقات ہماری طرف دَوڑکر آئے تو تعجب نہ کر کہ جہاں دولت مند ہوتا ہے وہاں فقیر جمع ہو جاتے ہیں۔

گلے کہ رُوئے خزاں را گہے نخواہد دید
بباغِ ماست اگر قسمت رسا باشد

وہ پھول جو کبھی خزاں کا مُنہ نہیں دیکھے گا وہ ہمارے باغ میں ہے اگر تیری قسمت یاور ہو۔

منم مسیح ببانگِ بلند مے گویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

مَیں بلند آواز سے اعلان کرتا ہوں کہ مَیں ہی مسیح موعود ہوں اور مَیں ہی اُس بادشاہ کا خلیفہ ہوں جو آسمان پر ہے۔

مقدّر است کہ روزے بریں اَدیم زمیں
ہزار ہا دل و جاں بر رہم فدا باشد

یہ بات مقدّر ہو چکی ہے کہ ایک دن اس رُوئے زمین پر ہزاروں جان و دل میری راہ پر قربان ہوں گے۔

زمینِ مُردہ ہمیں خواست عیسوی انفاس
زِ وعظِ بے عملاں خود اثر کجا باشد

مُری ہوئی زمین بھی دم عیسے کو چاہتی ہے۔ جو آپ بے عمل ہوں اُن کے وعظ کا اثر کہاں ہوتا ہے۔

کشادہ اند درِ فضل گر کنوں نائی
ز نامساعدیٔ بخت نارسا باشد

فضل کے دروازے کھولے گئے ہیں اگر تُو اب بھی نہ آئے تو یہ تیری بدبختی کی نحوست ہے۔

(تریاق القلوب)

نجات کا صحیح طریق سچی توبہ ہے نہ کہ مسیح کی صلیبی موت پر ایمان

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

نجات کا صحیح طریق سچی توبہ ہے۔ اِسی ذریعہ سے مسیح سے پہلے انبیاء کی اُمتوں نے نجات پائی۔ دل کی پاکیزگی محض خدا تعالیٰ کی عبادت سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ کفارہ سے۔ پس کفارہ کو نجات کا ذریعہ قرار دینا لغو ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اِس لطیف مضمون کو دیباچہ تفسیر القرآن میں نہایت پُر اثر اور پُر معارف انداز میں بیان فرمایا ہے جسے ہم ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ (ادارہ)

قرآن کریم کی پہلی سورت سورۂ فاتحہ ہے۔ اِس میں اِس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کس طرح عمل کرتی ہیں۔ اِس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جو مخلوق سے تعلق رکھتی ہیں چار صفات کے ارد گرد گھومتی ہیں اور وہ چار صفات یہ ہیں۔ (۱) وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے یعنی ہر ایک چیز کو پیدا کرتا ہے اور پیدا کر کے ادنیٰ حالت سے ترقی دیکر اُسے اعلیٰ حالت تک پہنچاتا ہے۔ (۲) وہ رَحْمٰن ہے یعنی تمام ایسے ذرائع بغیر مخلوق کی کسی کوشش اور بغیر اُس کے استحقاق کے مہیا فرماتا ہے جن کے بغیر مخلوق کی ترقی ناممکن ہوتی ہے۔ (۳) وہ رَحِیْم ہے یعنی وہ تمام مخلوق جو عقل اور ارادہ رکھتی ہے جب اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ایک نیک رستہ کو پسند کر لیتی ہے اور بُرائی کا مقابلہ کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے فعل کا نہایت اعلیٰ بدلہ دیتا ہے اور نیکیوں کا بدلہ متواتر دیتا چلا جاتا ہے (۴) وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہے یعنی ہر چیز کا آخری فیصلہ اُس نے اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ جس طرح ابتداء اُس نے کی تھی اسی طرح انتہاء بھی اُس نے اپنے قبضہ میں رکھی ہے۔ بنی نوع انسان اور دوسری مخلوق ہر چیز میں عارضی اور وقتی تبدیلیاں پیدا کر سکتے ہیں لیکن حقیقی اور مستقل تغیّر پیدا نہیں کر سکتے۔ مثلاً جس طرح انسان مادہ اور روح کے پیدا کرنے پر قادر نہیں اُس کے فنا کرنے پر بھی قادر نہیں۔ وہ اُس کے اندر عارضی تبدیلیاں پیدا کر سکتا ہے، وہ شکلیں بدل سکتا ہے لیکن وہ ان چیزوں کو فنا نہیں کر سکتا۔ جس طرح خلق کی صفت اپنی تمام صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ میں ہی پائی جاتی ہے اُسی طرح افناء کی صفت بھی اپنی تمام صفات کے ساتھ کُلّی طور پر اُسی میں پائی جاتی ہے۔ کوئی چیز کُلّی طور پر فنا نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ اُس کے فنا کرنے کا فیصلہ نہ کرے اور یہ دونوں حقیقتیں ایسی ظاہر و باہر ہیں کہ کسی انسان کو اِس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کے وقت کا مالک ہے یعنی تمام تغیّرات کا آخری فیصلہ اُس کے اختیار میں ہے اور

وہ یہ فیصلہ اپنے مالک ہونے کی حیثیت سے کرتا ہے۔ یعنی جس طرح ایک جج اس لئے اپنے فیصلہ میں مجبور ہوتا ہے کہ وہ زید اور بکر کے حقوق کا فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ مجبور نہیں ہوتا کیونکہ جہاں تک انسان کے حقوق کا سوال ہے وہ اُس کے سارے حق پورے کرنے کے لئے تیار ہے لیکن دوسری طرف جہاں تک خدا تعالیٰ کے حقوق کا سوال ہے اللہ تعالیٰ مشہور روایتی "پونڈ آف فلیش" پر اصرار نہیں کرتا بلکہ جیسے مالک رعایت اور حسن سلوک اور رحم سے کام لیتا ہے اور لے سکتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے قصور پر عفو اور درگزر سے کام لیتا ہے۔ اِس صفت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے عیسائیت میں کفارے جیسا غلط عقیدہ پیدا ہوگیا۔ عیسائی مذہب اِس بات پر زور دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کا گناہ معاف نہیں کرتا اور اس کا قیاس وہ انسانی ججوں پر کرتے ہیں حالانکہ جج دو جھگڑنے والوں کے درمیان فیصلہ کیا کرتا اور خود اُن کی چیزوں میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اور بندے کا معاملہ ایسا ہے کہ ایک طرف تو خدا کا حق ہے اور ایک طرف بندے کا حق ہے، خدا تعالیٰ کو خالی جج کی حیثیت حاصل نہیں بلکہ اُس کو مطالبہ کرنے والے اور حق مانگنے والے کی حیثیت حاصل ہے جو جج کو حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ مطالبہ کرنے والے اور مدعیٰ علیہ کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے لیکن بندے اور خدا تعالیٰ کے معاملہ میں خدا جج کے علاوہ مدعی بھی ہوتا ہے اور بندہ مدعیٰ علیہ ہوتا ہے اور بوجہ مدعی ہونے کے خدا تعالیٰ حق رکھتا ہے کہ اپنے حق میں سے جتنا چاہے چھوڑ دے۔ اُس کا حق چھوڑنا رحم کہلائے گا بے انصافی نہیں کہلائے گا کیونکہ وہ اپنا حق چھوڑتا ہے کسی کا حق مارتا نہیں۔ کفارہ کا عقیدہ ایسا عقل کے خلاف ہے کہ غور کرنے کے بعد کوئی شخص اِسے تسلیم نہیں کر سکتا! اگر مسیح کی صلیبی موت پر ایمان لانے کی وجہ سے لوگوں کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں تو مسیح علیہ السلام سے پہلے آنے والے انبیاء کے گناہ کس طرح معاف ہوئے؟ اِس صورت میں تو چاہیئے تھا کہ مسیح کو ابتدائے عالم میں ہی صلیب پر لٹکا دیا جاتا تاکہ تمام بنی نوع انسان کو نجات حاصل ہو جاتی۔ نیز اگر مسیح کی صلیبی موت پر ایمان لانے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر توبہ سے کیوں معاف نہیں ہوتے جو کہ ایک طبعی ذریعہ ہے دل کی پاکیزگی کا۔ ایک زائد چیز کو مان لینا تو دل کی پاکیزگی کا طبعی ذریعہ نہیں لیکن گناہ پر دل میں ندامت اور شرمندگی کا پیدا ہونا اور انسان کا حسرت کے ساتھ اپنے دل پر موت وارد کر لینا، یہ تو دل کی صفائی کا ایک طبعی اور یقینی ذریعہ ہے۔ تعجب ہے کہ عیسائی دنیا یہ تو مانتی ہے کہ مسیح کی صلیبی موت پر ایمان لانے سے ایک شخص کا دل صاف ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اُس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے لیکن وہ یہ نہیں مانتی کہ ایک شخص اپنی غلطی پر اظہارِ افسوس اور ندامت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کو معاف کر سکتا ہے۔ دنیا کے معاملات میں ہم روزانہ دیکھتے ہیں، خود عیسائی بھی اِس طریق پر عامل ہیں کہ بسا اوقات ایک غلطی کرنے والا جب اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہے اور سچی ندامت اُس کے دل میں پیدا ہوتی ہے تو اُسے معاف کر دیا جاتا ہے۔ مغربی تعلیم نے سکولوں کے متعلق اِس قانون کو بڑے زور شور سے جاری کر رکھا ہے۔ حالانکہ

اگر کفارے کا عقیدہ درست ہوتا تو یوں چاہیئے تھا کہ بجائے اس کے کہ سبق نہ یاد کرنے پر اگر لڑکے کے دل میں ندامت پیدا ہو تو اُسے معاف کر دیا جائے۔ لڑکا کھڑے ہو کر یہ کہہ دیتا کہ صاحب میں نے سبق یاد نہیں کیا لیکن ہاں میں مسیح کے کفارہ پر ایمان لے آیا ہوں اس لئے میرا یہ قصور معاف کر دیا جائے لیکن کوئی عیسائی اس پر عمل نہیں کرتا۔ اُستاد اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ سبق نہ یاد کرنے پر اگر تم اپنے دل میں ندامت محسوس کرو اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کا وعدہ کرو تو میں تمہیں معاف کرنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اِس بات کا کبھی مطالبہ نہیں کرتا کہ تم مسیح کے کفارہ پر ایمان لاؤ تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ لیکن اگر مسیح کی صلیبی موت پر ایمان لانے سے دل کی پاکیزگی مراد ہے تو عیسائی دنیا کا عمل اِس کی تردید کر رہا ہے کہ کفارہ پر ایمان لانے سے دل کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ جتنی خرابی اور جتنا فسق و فجور اس زمانہ میں عیسائی دنیا میں ہو رہا ہے باقی دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آخر وہ کیا چیز ہے جو مسیح کے کفارہ نے عیسائیوں کو دی ہے؟ اگر نجات دی ہے تو میں بتا چکا ہوں کہ نجات کا صحیح طریق تو سچی توبہ ہے اور اسی ذریعہ سے مسیح سے پہلے انبیاء کی اُمتوں نے نجات پائی۔ اور اگر اِس سے مراد دل کی پاکیزگی ہے تو دل کی پاکیزگی باوجود کفارہ کے عیسائیوں کو حاصل نہیں ہوئی (میں یہ نہیں کہتا کہ کسی عیسائی کے دل میں صفائی نہیں مگر میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ کسی عیسائی کے دل کی پاکیزگی کفارہ پر ایمان لانے کا نتیجہ نہیں۔ بالکل اُس کا دل بھی اُسی طرح صاف ہوا ہے جس طرح باقی دنیا کا توبہ اور ندامت سے صاف ہوا کرتا ہے۔ یہ عبادات سے ہوا کرتا ہے۔ جیسے خود حضرت مسیح نے کہا کہ یہ قسم دعا کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۷۱-۲۷۲)

نجاتِ حقیقی کا سرچشمہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"نجاتِ حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزّوجلّ کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذباتِ نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یکدفعہ ایک شعلہ کی طرح خدا تعالیٰ کی محبت جو خدا تعالیٰ اس سے کرتا ہے اسکے دل پر گرتی ہے اور اسکو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے۔"

(چشمہ مسیحی صفحہ ۳۷)

قطعات

(مکرم عبد المنان صاحب ناہید)

(۱)

دل کی ہر خواہش نظر کی جستجو
زندگی کی ہر حسیں تر آرزو
جان مال اولاد عزت آبرو
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

(۲)

عزم راسخ - سعیٔ پیہم کی جزا!
منزلِ مقصود - اپنا منتہا
دین و دنیا - یہ جہاں یا وہ جہاں
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

(۳)

بربریت - ظلم - استبداد - جبر
ہائے کس طوفاں میں ہے انساں غریق
قتل و غارت - سازشیں - فتنے فساد
یا حفیظُ یا عزیزُ یا رفیق!

دُعاؤں کے دن اور دُعاؤں کی راتیں

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے معتمد صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان)

اسلام میں اجتماعی عبادات خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ نماز کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ باجماعت ادا کی جائے۔ اس میں مقتدی ایک خاص تنظیم کے ماتحت نماز کے جملہ ارکان ادا کرتے ہیں۔ وہ ایک آواز پر اُٹھتے اور ایک آواز پر بیٹھتے ہیں اور اس طرح وہ صلوٰۃ جس کے معنی نماز اور دعا کے ہیں اجتماعی طور پر ادا کرتے ہیں۔

روزانہ نمازوں میں ایک محدود حلقے کے لوگ جمع ہوتے ہیں مگر جمعہ میں سارے شہر کے لوگ مل کر خدا تعالیٰ کی عبادت بجالاتے اور اُس کے حضور دعائیں کرتے ہیں۔ نماز جمعہ اسلام میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے اور اس میں شرکت کے لئے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے یہاں تک کہ ہر مسلمان کے لئے ارشادِ الٰہی ہے کہ جونہی جمعہ کی اذان کان میں پڑے فوراً کام بند کر کے مسجد میں پہنچ جائے۔ عید بھی ایک اجتماعی عبادت ہے جس میں ایک شہر اور گرد و پیش کے لوگ یکجا جمع ہوتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ اسی طرح رمضان شریف اجتماعی دعاؤں اور عبادات کا مہینہ ہے جس میں صبح و شام اور شب و روز دعاؤں اور عبادتِ الٰہی میں صرف ہوتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے رمضان کے مہینہ کو بہت بابرکت قرار دیا ہے۔ حج بھی اجتماعی دعاؤں کا ایک عالمگیر موقع ہے۔ یہ سب مثالیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ اسلام میں اجتماعی عبادات کو خاص اہمیت حاصل ہے اور فرداً فرداً ایک عبادت بجالانے کے بجائے دوسروں کے ساتھ مل کر عبادت بجالانا زیادہ بابرکت اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کو جذب کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ اسی اصول کے پیشِ نظر بعض اوقات بعض امور کے لئے اجتماعی دعاؤں کی تحریک کی جاتی ہے۔

اس وقت اسلام بے بسی اور بے کسی کے عالم میں ہے جسے دیکھ کر ہر دردمند دل سے فریاد نکلتی ہے اور وہ بے تابانہ اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عجز کے ساتھ اس کی ترقی اور غلبہ کے لئے دعائیں کرتا ہے۔ پھر فوراً اسلام کے بانی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کی یاد ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دل سے درود اور دعائیں نکلتی ہیں جنہوں نے محض اسلام کی خاطر عمر بھر ہر قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کیں۔ پھر اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے الفاظ زبان پر آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد دل میں تازہ ہو جاتی ہے جو اُس وقت جبکہ چاروں طرف سے دشمن اسلام پر حملہ آور تھا اور اسلام سب سے زیادہ مظلوم و مغلوب تھا اسلام کی مدافعت کے لئے سینہ سپر ہوئے اور

جنہوں نے یکہ و تنہا کفر و الحاد کے چاروں طرف سے حملوں کا جواب دیا اور اسلام کی مدافعت کے لئے رات دن ایک کرتے ہوئے ساری زندگی اس کے لئے وقف کر دی اور عقلی اور نقلی دلائل سے دشمن کو لاجواب کر دیا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ ساتھ ہی مثیلِ مسیح موعود حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی یاد دل میں تازہ ہو جاتی ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دی اور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی تمام قوتیں اس راہ میں صرف کر دیں۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اطراف و اکنافِ عالم میں حضور کی قیادت میں جواں ہمت احمدی دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں۔ اور جہاں کسی زمانے میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہا جاتا تھا آج وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے سے "اللہ اکبر" کی آواز بلند ہو رہی ہے اور کفر و الحاد کی فوجیں پسپا ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر حضور کی علالت کی وجہ سے دل میں ٹیس پیدا ہوتی ہے اور دل کی گہرائیوں سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحتِ کاملہ اور شفائے عاجلہ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں تا وہ دن جلد آئے جب حضور پھر جماعت کی فعال قیادت سنبھالیں اور اپنے زرّیں ارشادات سے ہماری راہنمائی فرماویں اور وہ دن قریب سے قریب تر ہوتا چلا جائے جب اسلام ادیانِ باطلہ کو مغلوب کر کے دنیا بھر میں پھر غالب ہو جائے اور ساری دنیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر آ گرے اور حضور پر درود بھیجنے پر مجبور ہو جائے۔

ان دعاؤں میں یکجہتی پیدا کرنے کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے پچھلے دنوں تحریک فرمائی کہ کم از کم تین ہزار ایسے احباب اپنے نام مرکز میں بھجوائیں جو یہ عہد کریں کہ یکم اگست سے ۳۱ر اگست تک روزانہ نمازِ تہجد کے علاوہ وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کم از کم تین سَو مرتبہ درود شریف پڑھیں گے اور اس مبارک تحریک کو اجتماعی رنگ دیتے ہوئے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر درد مند دلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے حضور اسلام کی فتح و نصرت اور حضرت المصلح الموعود کی صحتِ عاجلہ و کاملہ کے لئے دعائیں کریں گے۔ محترم صاحبزادہ صاحب کی طرف سے یہ تحریک ہوتے ہی نہ صرف پاکستان کے کونے کونے سے بلکہ ہندوستان، یورپ کے مختلف ممالک، انگلستان اور امریکہ تک سے بھی مخلص دوستوں کی طرف سے اس تحریک میں شمولیت کے خطوط آئے۔ ان میں بڑی عمر کے دوست بھی ہیں، نوجوان بھی ہیں، خواتین بھی ہیں اور بچیاں بھی، خدام بھی اور اطفال بھی، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جماعت کے ہر طبقہ کے دوست یکدم خوابِ غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں اور اُن میں جان سی پڑ گئی ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس دوڑ میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے اور سب سے پہلے اس تحریک میں شامل ہو۔ اس سلسلہ میں ایک بچے کے خط سے ایک اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے:-

"اس وقت میری عمر ۱۴ سال ہے۔ جماعت نہم کا طالب علم ہوں۔ شاید یہ تحریک نہ صرف بڑوں کے لئے

ہے بلکہ چھوٹوں کے لئے بھی ہے اس لئے میرا نام بھی اس فہرست میں درج کر لیا جائے تو مشکور ہونگا۔ اپنے پیارے امام اور خلیفہ وقت کے لئے نہ صرف بڑوں کے دل میں مقدس جذبہ ہے بلکہ چھوٹوں کے دل میں بھی ہے۔ اس لئے میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بھی اس مبارک تحریک میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے۔"

اس خط کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو نظر انداز کر دیجئے اور اس شدید جذبۂ محبت کو دیکھئے جو اس کمسن بچے کے دل میں اپنے پیارے امام کے لئے ہے اور جس سے مجبور ہو کر اس بچے نے یہ خط لکھا ہے۔

اس ایک بچے پر ہی بس نہیں کئی بچوں کی طرف سے اس قسم کے خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے اخلاص اور ایمان میں بے انتہا برکت دے۔ آمین

ادھر یہ تحریک ہوئی اور ادھر اس کی تائید میں بہت سے دوستوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے خواب دکھا دیئے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہ تحریک بہت مبارک ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

نہ صرف یہ بلکہ بعض اصحاب کی طرف سے ایسے خواب بھی موصول ہو رہے ہیں جو انہوں نے کئی سال قبل دیکھے۔ ان میں سے بعض الفضل میں شائع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ایسا ایک خواب ۱۶ ؍اکتوبر ۱۹۳۹ء کے الفضل میں محترم پروفیسر عطاء الرحمن صاحب صاحب ایم ایس سی بھیرہ کی طرف سے شائع ہوا:-

"کافی عرصہ ہوا خاکسار نے خواب دیکھا کہ چاند کو گرہن لگا ہوا ہے۔ ہم سب لوگ بہت غمگین ہیں اچانک ہمیں کہا گیا کہ درود شریف پڑھو۔ ہم نے درود شریف پڑھنا شروع کیا تو آہستہ آہستہ چاند کی سیاہی دور ہونی شروع ہو گئی۔ صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے خیال جو دماغ میں آیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر تھا ؎

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا ؛ دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا"

اللہ تعالیٰ ہماری غفلتوں اور سستیوں کی پردہ پوشی فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک احمدی کو توفیق دے کہ وہ اس مبارک مہینہ میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے دن رات ذکر الٰہی اور دعاؤں میں مصروف رہے اور نوافل اور صدقات کی طرف متوجہ رہے اور اللہ تعالیٰ ان عاجز بندوں کی اس مخلصانہ کوشش کو مثمر ثمرات کرے اور جلد وہ دن لائے جبکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کامل صحت کے ساتھ پھر ہماری فعال راہنمائی فرمائیں اور دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو۔ آمین۔

یہ تحریک اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے تو انشاء اللہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بابرکت ثابت ہوگی ہی ہماری

اپنی تربیت کے لئے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت مفید اور بابرکت ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس مبارک تحریک کے نتیجہ میں جماعت کے ہر مخلص فرد کو ذکرِ الٰہی، دعاؤں اور نوافل کی طرف توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ یہ تحریک جون کے اواخر میں ہوئی تھی کہ اگست کے مہینے میں یہ دعائیں کی جائیں مگر اکثر و بیشتر احباب کی طرف سے خطوط موصول ہوئے ہیں کہ انہوں نے پہلے دن سے ہی اس پر عمل شروع کر دیا ہے جس سے ایک طرف تو چوبیس گھنٹوں میں ہر وقت زبان پر درود شریف اور ذکرِ الٰہی جاری ہے، دوسری طرف اس کی وجہ سے دلوں کی میل دھلتی جا رہی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے جو خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر رہی ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس تحریک کا ایک یہ بھی اثر ہوگا کہ اتنے لمبے عرصہ تک متواتر اور مسلسل درود شریف، ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کا یہ شغف انشاء اللہ مستقل طور پر ہر مخلص احمدی کے دل میں جو اس تحریک میں شامل ہے درود شریف، یادِ الٰہی اور حضور ایدہ اللہ نیز اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے دعائیں کرنے کا ذوق و شوق پیدا کر دے گا۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ تزکیۂ نفوس اور تطہیرِ قلوب نیز اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں اور رحمتوں کو کھینچنے کا باعث ہوگا اور ہمارے دلوں میں ایک نیک تغیر پیدا کر دے گا۔ اس تحریک میں شمولیت کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے پانچ ہزار سے زائد دوستوں کے نام موصول ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے ایسے دوست بھی ہیں جو اپنی جسمانی کمزوریوں یا کسی اور وجہ سے اس تحریک میں باقاعدہ شریک تو نہیں ہوئے لیکن وہ بھی ان دعاؤں میں شب و روز مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریک کو اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے لئے بہت ہی بابرکت ثابت کرے اس طرح کہ حالات یکسر بدل جائیں اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں اسلام اور احمدیت کی تائید میں دنیا میں جلد ایک انقلاب بپا ہو جائے۔

اے اللہ تعالیٰ! تو ایسا ہی کر! آمین ٭

انسانی طبیعت کا طبعی تقاضا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں اور تدبیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدء فیض سے مدد طلب کرے تا اس چشمۂ لازوال سے روشنی پا کر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں۔"　(ریویو اردو جلد ۳ صہ ۴۳)

تلاوتِ قرآن کریم

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

(قسط دوم)

(۳)

تلاوتِ ناظرہ کے بعد اب کچھ باتیں تلاوتِ معنوی کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں جو بہر حال تلاوتِ ظاہری سے اہم ہے۔ اگرچہ معانی سمجھے بغیر قرآن کریم کی ناظرہ تلاوت بھی موجبِ ثواب ہے اور بموجب احادیثِ نبوی ہر ہر حرف کے بدلے میں انسان مستحق ثواب بنتا چلا جاتا ہے لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے نزول کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ لوگ اس کے مفہوم کو سمجھیں اور پھر اس پر عمل پیرا ہوں۔ گویا تلاوتِ ظاہری اگر قشر ہے تو تلاوتِ معنوی اس کا مغز اور اصل مقصود ہے۔ پس تلاوتِ قرآنی کے وقت ساتھ ساتھ اس کے معانی پر غور کرتے جانا اور اس کے مفہوم کو دل میں جذب کرتے چلے جانا ازبس ضروری ہے۔ اس کے بعد پھر اس پر عمل کرنے کی سچی کوشش کرنا اور بھی ضروری ہے دراصل قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ خط ہے جو اُس نے اپنے سب سے اعلیٰ اور ارفع پیغامبر کے ہاتھوں ہمیں بھیجا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو اپنے کسی محبوب و عزیز کی طرف سے کسی ایسی زبان میں خط آئے جسے مکتوب الیہ نہ جانتا ہو، اور مکتوب الیہ صرف اس کی ظاہری تلاوت پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ مکتوب الیہ کو اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوگا جب تک وہ کسی واقف و عالم سے اس خط کا مفہوم نہ سمجھ لے۔ تو کیا قرآن کریم ہی وہ خط ہے جس کا مفہوم سمجھنا ہمارے لئے ضروری نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق رکھنے والا تو ایک رات بھی چین سے بسر نہیں کرے گا بلکہ وہ فوراً اس خط کا مفہوم سمجھنے کی کوشش شروع کر دے گا۔

پس ہر سچے مخلص مومن کا فرض ہے کہ وہ عربی زبان سے اس قدر شناسائی ضرور حاصل کرلے کہ قرآن کریم کا سمجھنا اس کے لئے آسان ہو جائے۔ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام عشاق کے مذہب میں تو عربی زبان کا نہ سیکھنا ایک رنگ میں کفر کے مترادف ہے۔ پس ہر سچے مسلمان کو عربی زبان سیکھنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیئے۔ اس لئے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ۔ یعنی اہل جنت کی زبان عربی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ وہاں خود بخود عربی آجائے گی تو کیا اس دنیا میں اس بارہ میں کوشش کرنے والے اور اس دنیا میں اس دینی فریضہ سے غفلت کرنے والے خدائی میزان میں برابر ہو جائیں گے؟ نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ھَلْ یَسْتَوِی

اَلَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کہ کیا وہ لوگ جو علم حاصل کر لیتے ہیں اور وہ جو علم حاصل نہیں کرتے برابر ہو جائیں گے ؟ یعنی برابر نہیں ہوں گے دونوں میں کچھ نہ کچھ ضرور فرق ہوگا۔ خواہ درجات کا فرق ہو اور خواہ جنت میں انہیں کسی مدرسہ میں داخل ہو کر عربی زبان سیکھنی پڑے۔ گویا اس وقت جبکہ عربی جاننے والے جنت کے باغات کی سیر کر رہے ہوں گے عربی نہ جاننے والے شاید مکتب میں بیٹھے ماضی اور مضارع کی گردانیں یاد کرنے میں مشغول ہوں گے۔

خیر یہ تو ایک ذوقی لطیفہ تھا مگر یہ بات ظاہر ہے کہ عربی زبان سیکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے کم از کم اس حد تک کہ وہ قرآن کریم اور احادیثِ نبوی کا مفہوم بخوبی سمجھ سکے۔ جب تک عربی زبان سے ہمیں شناسائی حاصل نہیں ہوتی ہمارا فرض ہے کہ ہم کسی مستند مترجم قرآن سے استفادہ کریں۔ ہمارے سلسلہ میں اس مقصد کے لئے ہمارے امام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عین اپنی بیماری کے ایام میں اپنی صحت کی قربانی دیکر "تفسیر صغیر" تصنیف فرمائی ہے۔ تمام احباب جماعت کا فرض ہے کہ اس سے کما حقہٗ استفادہ کریں۔ ہر احمدی نوجوان کے پاس "تفسیر صغیر" کا اپنا ذاتی نسخہ روزمرہ کی تلاوت کے لئے موجود ہونا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَحَبُّ الْعَمَلِ اِلَی اللّٰہِ مَادُوْوِمَ عَلَیْہِ یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب کام وہ ہوتا ہے جس پر بندہ مداومت اختیار کرتا ہے۔ پس تلاوتِ قرآن کریم کے متعلق بھی ہمارا یہ دستور ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے اپنے مناسب حال قرآن کریم کی ایک مقدار روزانہ تلاوت کرنے کے لئے مقرر کر لیں اور اس پر مداومت اختیار کریں۔ ہاں بعض ایام فراغت میں یا رمضان وغیرہ کی خاص عبادات کے ایام میں عام روزمرہ کی مقدار سے بہت بڑھ کر تلاوت کرنی چاہیئے۔

جتنا حصہ بھی ہم تلاوت کریں سوز وگداز کی کیفیت، خوش الحانی و ترتیل سے کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت بھی ذکر الٰہی کے مختلف طریقوں میں سے ایک اہم اور عمدہ طریق ہے۔ مقررہ حصہ قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد ہمیں اس کے معانی پر غور کرنا چاہیئے خصوصاً اوامر و نواہی پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا کچھ کرنے کا حکم دیا ہے اور کن کن امور سے اجتناب کرنے کی تلقین کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس اپنے قیامِ سیالکوٹ کے زمانے میں ایک قرآن کریم تھا جس میں اوامر و نواہی پر حضورؑ نے سرخ و نیلی پنسل سے نشان کئے ہوئے تھے۔ گویا حضور علیہ السلام تلاوتِ قرآن کریم کے دوران اللہ تعالیٰ کے احکام و نواہی کو خاص طور پر نوٹ کرتے جاتے تھے۔

اگر کسی مریض کو یقین ہو کہ معالج ڈاکٹر قابل، لائق اور سند یافتہ ہے تو پھر اس کا فرض ہے کہ اپنے معالج کی ہر ہدایت پر عمل کرے۔ اس کے نسخہ کو احتیاط سے پورے پورے اجزاء کے ساتھ تیار کروائے اور پوری مقدار میں اسے استعمال کرے۔ جن جن چیزوں سے پرہیز بتلایا گیا ہے ان سے قرار واقعی پرہیز کرے۔ ایسا مریض ضرور تندرست ہوگا۔ ہاں اگر کوئی

نیم حکیم ہے تو اُس کا تجویز کردہ نسخہ قابلِ استعمال ہی نہیں ہوتا یا ایسی صورت میں قابلِ استعمال ہوتا ہے جبکہ قابل اور ماہر طبیب کا نسخہ ہم حاصل نہ کر سکیں۔

روحانی امور کی اصلاح کے لئے دنیوی فلاسفر اور حکماء نیم حکیموں کی طرح ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی جو خالقِ فطرت ہے اور اُس کے باریک ترین رازوں، کمالات اور بگاڑوں کا علم کامل رکھنے والا ہے اُس کا حقیقی معالج ہے۔ اور قرآن کریم ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو بنی نوع انسان کے لئے اس معالجِ مطلق نے تجویز کر کے اپنے محبوب ترین بندے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بھجوایا ہے ؎

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ؎ اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

تو کیا پھر ہمارا فرض نہیں کہ صحتِ روحانی حاصل کرنے کے لئے اِس نسخہ پر احتیاط سے عمل کریں اور معالج کے بتائے ہوئے تمام پرہیز بھی کریں۔ اِنہی امور کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں اوامر و نواہی ہے۔ تلاوت کرنے والے کو تمام اوامر و نواہی پر توقف کرتے ہوئے دل میں عزم کرنا چاہیئے کہ وہ ان پر عمل پیرا ہوگا۔ لیکن چونکہ انسانی عزم بجز اللہ تعالیٰ کی توفیق و نصرت کے کچھ چیز نہیں اس لئے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے جانا چاہیئے کہ وہ ہمیں اپنے عزم کو پورا کرنے یعنی قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ یہی معنے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے۔ تمام آیاتِ رحمت پر اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرنی چاہیئے۔ آیاتِ عذاب کو پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ جہاں کہیں قرآنی دعائیں آجائیں اُن کی گہرائی میں غوطہ لگاتے ہوئے اُن کو بطور دُعا کے بار بار دُہرانا چاہیئے اور اُن کے اندر چُھپے ہوئے خزانوں کو اپنے لئے طلب کرنا چاہیئے ابرار و اخیار کے تذکرہ پہ دعا کرتے جانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن جیسا بنا دے۔ اشرار و فجّار کے تذکرہ پر دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ کہ اے مومنو شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یعنی جن راستوں پر شیاطین یعنی خدا تعالیٰ سے دُور اور ہلاک ہونے والے لوگ گامزن ہوتے تھے اُن راستوں سے پرہیز کرو۔ اب اِن راستوں کا تعین خدا تعالیٰ کے کلام پاک سے ہی ہوتا ہے۔ تلاوتِ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ ہمیں اِن راستوں کو خاص طور پر نوٹ کرتے جانا چاہیئے۔

(۴)

تلاوتِ معنوی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اِس رنگ میں تلاوت کرنا تو ہر مسلمان، ہر خاص و عام کا فرض ہے اب ایک اور رنگ کی تلاوتِ معنوی بھی ہے جو علماء اور فضلاء سے مخصوص ہے اور وہ یہ کہ تلاوت کرتے ہوئے قرآن کریم کے گہرے اور وسیع مطالب میں بھی غوطے لگانا اور علم و عرفان کے موتیوں سے اپنے دامن بھر پور کرتے چلے جانا۔ اِس

مقصد کے لئے تدبر کی عادت ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ہر دعویٰ کو دلیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ہر ہدایت پر بیّنہ یعنی روشن دلیل قائم کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن جیسی عظیم نعمت کا نزول شروع ہوا جو لوگوں کے لئے ہدایت پر مشتمل ہے۔ پھر ہر ہدایت پر روشن دلیل قائم کرتا ہے اور بالآخر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق قائم کر دیتا ہے۔ پس ہر تلاوت کرنیوالے کو احکام قرآنی کے ساتھ ساتھ اِن بیّنات اور فرقان کو سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیئے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یعنی یہ رسول قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں کو شریعت کے احکام اور اُن کا فلسفہ بھی سکھلاتا چلا جاتا ہے۔ پس ہر ایک قاری اگر قرآنی فلسفے کی عمیق گہرائیوں میں بھی غوطہ زنی کرتا چلا جائے تو کیا ہی لطف کی بات ہوگی ؎

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

یہ امر قرآن کریم پر تدبر کرنے کی عادت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ جو لوگ قرآن کریم پر تدبر کرنے کی عادت پیدا نہیں کرتے اُن کے لئے قرآنی علوم کے خزانے مقفل اور بند رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (سورۃ محمدؐ) یعنی کیا یہ لوگ قرآن کریم پر تدبر نہیں کرتے یا اُن کے دلوں پر انہی دلوں کی طرف سے پیدا شدہ قفل لگے ہوئے ہیں؟

قرآن کریم کے وسیع مطالب و خزانے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور آپ کے خلفاء کی تصانیف میں کثرت سے ملتے ہیں۔ پس اِن کتب و تفاسیر کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ خصوصاً حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ کی تصنیف "تفسیر کبیر" کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے والی پیشگوئی کو عظیم الشان رنگ میں پورا کرتی ہے جس کا تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی پسر موعود میں ہے۔

قرآن کریم کے علوم و غوامض سے حقیقی مس ایک پاک و مطہر انسان کو ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ پس تلاوت کرنے والوں کو ظاہری رنگ میں بھی اور باطنی رنگ میں بھی پاک و مطہر بن کر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ اسی لئے قرآن پڑھنے سے پہلے شیطان رجیم کے حملوں سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ پس تلاوت شروع کرنے سے پہلے گو ظاہری وضو کرنا بہتر ہے اگرچہ لازمی نہیں، مگر باطنی وضو کرنا یعنی اپنے لئے شیطانی حملوں سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہنا از بس ضروری ہے۔ بعض علماء ظواہر نے

تلاوت سے پہلے ظاہری وضو کو بھی لازم قرار دیا ہے لیکن اِس کے متعلق کوئی نص نہیں ہے۔ ہاں ایسا کرنا بہتر ہے اور موجب ثواب ہے۔ لیکن اگر اِس کو لازم قرار دیا جائے تو اِس میں یہ حرج پیدا ہوگا کہ ایک مسلمان اتنی کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکے گا جتنی کثرت سے اُسے کرنی چاہیئے۔ حالانکہ ایک مسلمان کا اوڑھنا بچھونا ہی قرآن ہونا چاہیئے۔ قرآن ہی اس کے لئے ہسپتال و شفا خانہ ہے جہاں بار بار جا کر وہ اپنے روحانی زخموں کی مرہم پٹی کرواتا ہے۔ قرآن ہی اُس کا میس یا کھانے کا کمرہ ہے جہاں جا کر اُسے لذیذ و مطہر روحانی کھانے ملتے ہیں۔ قرآن ہی اس کا ہمدرد و مخلص دوست ہے جو ہر مصیبت پر اُس کی ڈھارس بندھاتا ہے اور اُس کو تسلی دیکر اُس کی راہنمائی کرتا ہے۔ قرآن ہی ہے جو اُسے ؎

کوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے ؎ پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے

(مسیح موعودؑ)

پس تلاوتِ قرآن کریم کے لئے ایسی شرائط لازم نہیں کی جا سکتیں جن کے پورا کرنے میں تکلف یا تکلیفِ مالا یطاق کا سامنا کرنا پڑے جب کہ قرآن اور مسلمان کا ہر وقت کا اور چولی و دامن کا ساتھ ہے۔

حرفِ اختتام کے طور پر صرف اتنی ہی گذارش ہے کہ ہر احمدی کو قرآن کریم سے وہی تعلق اور شغف پیدا کرنا چاہیئے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس کلام سے ظاہر ہے ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں ؎ قرآں کے گرد گھوموں۔ کعبہ مرا یہی ہے

. . . .

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ؎ قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین *

تلاوت قرآن مجید کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا یہ بھی ایک اچھی بات ہے مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے۔ یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب و غریب اور سچا فلسفہ ہے اس میں ایک نظام ہے جسکی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدّنظر نہ رکھا جائے اور اس پر پورا غور نہ کیا جائے قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۲۹)

"خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو" (المصلح الموعود)

(قائد صاحب عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

(۱)

دین کی خدمت اللہ تعالیٰ کے عظیم فضلوں میں سے ایک فضل ہے۔ جسے یہ نعمت حاصل ہو جائے یعنی صحیح رنگ میں خدمتِ دین کی توفیق مل جائے اُسے ایک بہت بڑی دولت مل گئی۔ دنیوی مصروفیتوں میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ اُخروی زندگی کے نقطۂ نگاہ سے محض رائیگاں جاتا ہے اور جو وقت دین کے کاموں اور دین کی باتوں میں صرف ہو دراصل وہی ہے جس کا صحیح مصرف ہوتا ہے۔ اِسی لئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے دلوں میں خدمتِ دین کی منت باندھ لیں جس طرز اور جس رنگ کی خدمت جس سے بن پڑے کرے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۴)

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :۔

"ہمہ تن دنیاوی امور میں کھو جانا خسارتِ آخرت کا موجب ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۵)

نیز اپنا اور اپنے مشن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"ہم محض دین کے ہیں اور ہمارا سب کارخانہ دینی ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۱)

ورلی زندگی چند روزہ زندگی ہے اور چند روزہ زندگی کی بقاء کے جملہ انتظامات عارضی ہیں کیونکہ ان کا اثر دیرپا نہیں ہو سکتا۔ اصل زندگی اور قائم رہنے والی زندگی اُخروی زندگی ہے جسے سنوارنے کی ہر ممکن کوشش ابدی زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش ہے۔ یہ زندگی ایک سفر کے مترادف ہے۔ اصل مقصدِ حیات اُخروی زندگی ہے جو دراصل انسان کی منزلِ مقصود ہے۔ حیاتِ اُخروی کو سنوارنے کے لئے ورلی زندگی میں ہمہ تن دینی کاموں میں مصروف رہنا اور اپنے تئیں للّٰہی کاموں کے لئے وقف کر دینا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوتا ہے اور اس کے خاص فضلوں کا جاذب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کی قدر و منزلت ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۴)

(۲)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ دین کے کاموں کے لئے کمربستہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی اُن سے کہدے کہ اگر تمہیں خدا تعالیٰ سے محبت ہے تو پھر میرے نقشِ قدم پر چلو، اللہ تعالیٰ بھی تم سے پیار کرنے لگ جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز دینی اور الٰہی کاموں کے لئے وقف رہتے اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش میں دین کی خدمت کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے اور اپنی جان اور مال غرضیکہ اپنا سب کچھ دین کی راہ میں صرف کر دینے کے لئے آمادہ رہتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کی دیر ہوتی کہ وہ اپنا سب کچھ حضورؐ کے قدموں میں رکھ دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے خاص فضلوں سے نوازا۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ خدا اُن سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔ اِسی جذبہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ان کی ناچیز کوششوں میں بے انتہا برکت دی اور اُن کی بے مائگی، بے سروسامانی اور قلیل تعداد کے باوجود ہمیشہ اُن کی مدد فرمائی اور انہیں طاقتور دشمن پر غالب کر دیا یہاں تک کہ وہ اقصائے عالم میں چھا گئے۔ یہ وہی للّٰہیت کا جذبہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کو جذب کرنے کا باعث بنا اور جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا میں ایک انقلابِ عظیم بپا کر دیا۔

(۳)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۂ جمعہ) کی آیت شریفہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کو بھی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا مثیل قرار دیا ہے۔ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ میں بھی ہمیں خدا کے فضل سے للّٰہیت اور فدائیت کا یہی رنگ نظر آرہا ہے۔ اُن میں سے بہت سے اپنے آقا کے اشارہ پر اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضورؑ ہی کے قدموں میں آبسے تھے تاکہ دین کی خدمت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ قادیان میں حاضر ہوئے تو بٹالہ سے واپسی کا یکہ کر کے آئے تھے اِس خیال سے کہ ملاقات کے فوراً بعد واپس چلے جائیں گے۔ آپ حضور علیہ السلام سے ملے تو حضورؑ نے فرمایا آپ کچھ دن یہاں ٹھہریں۔ آپ نے یکہ کو واپس کر دیا اور وہیں رُک گئے۔ چند دن کے بعد حضور علیہ السلام نے آپ سے پھر فرمایا کہ آپ بیوی بچوں کو بھی یہیں بُلا لیں۔ آپ نے اِس بات کی فکر نہیں کی کہ بھیرہ میں جو مکان زیرِ تعمیر تھا کیسے مکمل ہوگا یا کاروبار کا کیا بنے گا اپنے آقا کے اشارہ پر وہیں کے ہو رہے اور اپنی ساری زندگی دین کے لئے وقف کر دی۔ آپ کے جذبۂ اطاعت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بار آپ مردانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ حضور علیہ السلام کا دہلی سے پیغام موصول ہوا کہ فوراً چلے آئیں، وہیں سے سفر پر روانہ ہو گئے۔ سامانِ سفر اور زادِ راہ تک لینے کے لئے اندر تشریف نہیں لے گئے تاکہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے میں کسی قسم کا توقف نہ ہونے پائے۔ و الہیت اور فدائیت کا یہی رنگ

ہمیں حضورؑ کے دیگر صحابہ کرام میں نظر آتا ہے اور یہ بات اُن کے لئے عین راحت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک ایسے ہی فدائی مرزا یوسف بیگ صاحبؓ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"ان کا دل محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے اور وہ ہر وقت سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے اندر ایک جوش رکھتے ہیں۔" (ملفوظات جلد اوّل صہ ۳۲۹)

"ہر وقت" کے الفاظ اس امر پر دال ہیں کہ یہ بزرگ رات دن اسی فکر میں رہتے کہ "جس طرز اور جس رنگ کی خدمت بن پڑے کریں" اور ذاتی مصروفیات کو دین کی خدمت میں حارج نہ ہونے دیں۔ "اپنے اندر ایک جوش رکھتے ہیں" کے الفاظ سے واضح ہے کہ دین کی خدمت کی معمولی نیت ہی نہیں بلکہ اُن کے دل میں خدمتِ دین کا جوش تھا جو اُنہیں ہر دم بے چین اور کمربستہ رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھوڑے اور قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود حضور علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلنے کے بے انتہاء جذبہ اور دن رات خدمتِ دین کے بے پناہ جوش کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے تھوڑے ہی عرصہ میں للّٰہیت اور فدائیت کے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دے گئے کہ ان کی برق رفتاری کو دیکھ کر ہم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ ہمیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی تعمیل میں اپنے اندر اطاعت کی یہی روح، للّٰہیت کی یہی کیفیت اور خدمتِ دین کا یہی جذبہ پیدا کرنا ہے جو حضور علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ کا طرۂ امتیاز تھا۔

(۴)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز انصار اللہ کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ان سے وہی کام لیا جائے گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیا گیا۔ یعنی کچھ تو اِس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو تبلیغ کریں، کچھ اِس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو قرآن اور حدیث پڑھائیں، کچھ اِس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں، کچھ اِس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ تعلیم و تربیت کا کام کریں اور کچھ یُزَکِّیْهِمْ کے دوسرے معنوں کے مطابق اِس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کی دنیوی ترقی کی تدابیر عمل میں لائیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء)

یہ سب کام للّٰہیت اور فدائیت کے متقاضی ہیں اور وقت طلب ہیں۔ اِن کی سرانجام دہی کے لئے ہمیں اپنے ذاتی کاموں کو پسِ پُشت ڈال کر اور ذاتی مفادات کا حرج کرکے وقت دینا ہوگا اور بعض اوقات مال بھی خرچ کرنا ہوگا۔ کیونکہ اِس کے بغیر یہ فرائض ادا کرنا ناممکن ہیں۔

مگر ہم یہ سب کچھ جانتے ہوئے اور "انصار اللہ" کہلانے کے باوجود بعض اوقات بحیثیت انصار اللہ اپنے فرائض کو

بھول جاتے ہیں اور انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (سورۃ الاعلیٰ) تم یاد دلاتے رہو کیونکہ یاد دہانی بسا اوقات مفید ثابت ہوتی ہے۔ سال کے دوران میں مرکزی اجتماع کے علاوہ مختلف مقامات پر انصار کے تربیتی اجتماع منعقد کئے جاتے ہیں تاکہ انصار کو ان کے اصل فرائض کی طرف توجہ دلائی جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ:۔

"اپنی زندگی میں ایسی تبدیلی پیدا کر لو کہ معلوم ہو کہ گویا نئی زندگی ہے"

(ملفوظات جلد اوّل صـ۲۶۲)

انہیں اپنے اندر یکسر تبدیلی پیدا کرنے کی ترغیب دی جائے۔ ان اجتماعات میں گردو پیش کے انصار بلکہ خدام بھی خدا کے فضل سے کثرت سے شریک ہوتے اور مستفیض ہوتے ہیں۔ یہ اجتماع تربیت نفس کے لئے خدا کے فضل سے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ احباب یکجا جمع ہو کر دو تین خدا کی باتیں سنتے ہیں اور ایک مخصوص روحانی ماحول میں بزرگان سلسلہ کے ساتھ دن رات ذکر الٰہی اور نوافل میں گزارتے ہیں۔ یہ بات نہ صرف جماعت کی روحانی ترقی کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے بلکہ خود شریک ہونے والوں کی اپنی ذات پر بھی خدا کے فضل سے بہت اچھا اثر ڈالتی ہے۔ حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ گزشتہ سال خدا کے فضل سے کئی مقامات پر مجالس انصار اللہ کے کامیاب اجتماع ہوئے۔ لیکن اگر میں غلطی نہیں کرتا تو انصار کے اجتماعوں کی تعداد خدام الاحمدیہ کے اجتماعوں سے کسی قدر کم ہے۔ پس اس کی طرف مزید توجہ دینی چاہیئے تاکہ انصار بھی اس میدان میں خدام الاحمدیہ کے دوش بدوش آجائیں بلکہ ان سے آگے نکل جائیں۔ قرآن مجید نے ایک عجیب و غریب لفظ "السابقون" استعمال کیا ہے۔ اس لفظ میں قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گر بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ہی انسانی ترقی کا راز ہے۔ پس چونکہ انصار اللہ کا نظام جماعت کا سینیئر نظام ہے اس لئے اس معاملہ میں اسے ایک مثالی نظام بننا چاہیئے"

(ماہنامہ انصار اللہ شمارہ ماہ نومبر ۱۹۶۲ء)

مگر افسوس ہے کہ عہدیداران مجالس، زعماء کرام اور ناظمین اضلاع و علاقہ مرکز کی طرف سے بار بار یاد دہانی کے باوجود اس کی طرف فوری توجہ نہیں دیتے۔ اس وقت تک جبکہ نئے سال میں سے چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ اس سال کل سات اجتماع منعقد ہوئے ہیں جن میں سے پانچ اجتماع صرف سابق سندھ کے علاقہ میں ضلع نواب شاہ، ضلع لاڑکانہ، ضلع خیرپور، ضلع تھرپارکر اور ضلع حیدرآباد میں منعقد ہوتے ہیں۔ اس کے لئے اس علاقہ کے نہایت مخلص اور مستعد ناظم اعلیٰ جناب قریشی عبدالرحمٰن صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب و روز کی ان تھک کوششوں کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اس علاقہ کے

انصار خدا کے فضل سے بیدار ہیں اور مجلس کے کام میں گہری دلچسپی لیتے ہیں مگر سابق سندھ کے علاوہ اِس وقت تک مغربی پاکستان کی مجالس میں سے صرف دو مقامات لاہور اور پشاور میں انصار کے تربیتی اجتماع منعقد ہوئے ہیں دیگر مجالس بالکل خاموش ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے خدانخواستہ سوئی پڑی ہیں۔ ناظمینِ اضلاع کا فرض ہے کہ اِس مبارک امر کی طرف فوری توجہ فرماویں اور مرکزی اجتماع سے قبل اپنے اضلاع کی مجالس انصار اللہ کے تربیتی اجتماع منعقد کرنے کا اہتمام کریں تا ہر مقام کے انصار خدا کے فضل سے بیدار ہو جائیں اور مجلس انصار اللہ ہر لحاظ سے خدا کے فضل سے .... زندہ مجلس کہلا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہماری سستی اور غفلت کو دُور فرمائے اور ہمیں صحیح رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ انصار جماعت کی ریڑھ کی ہڈی ہیں نہ صرف اپنی تربیت بلکہ خدام و اطفال اور ممبراتِ لجنہ کی تربیت کی ذمہ داری بھی زیادہ تر انہی پر ہے۔ اِس لئے انصار سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ جماعت کا فعّال ترین حصہ ہیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین ＋

حضرت مسیح موعودؑ کی وصیّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیّت کروں اور یہ بات پہنچا دوں .. .... کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اِس کوشش اور فکر میں لگ جائے کہ وہ اِس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی روح بول اُٹھے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ " (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

انصار اللہ کی ذمہ داریاں

(مکرم قریشی عبدالرحمن صاحب ناظم اعلیٰ مجالس انصار اللہ خیرپور و حیدر آباد)

انصار اللہ کی اصطلاح اپنے معنوں کے لحاظ سے اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ اس کے متعلق ذمہ داریوں کا تعین بہت مشکل امر ہے انصار اللہ کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کے مددگار، اور چونکہ اللہ تعالیٰ ایک غیر محدود ہستی ہے اور اس کی صفات بھی غیر محدود ہیں اور اُسکے کام بھی غیر محدود ہیں اس لئے انصار اللہ کے کام کا دائرہ بھی حقیقۃً غیر محدود ہے۔ حق تو یہ ہے کہ جو جو کام خدا تعالیٰ دنیا میں اپنے رسولوں کے ذریعہ لینا چاہتا ہے وہ سب انصار اللہ کے دائرہ عمل میں آتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی ایسی صفات ہیں کہ جن کا اس دنیا کے نظام کے ساتھ تعلق ہے اُن سب میں انصار اللہ کو خدا تعالیٰ کا مظہر بننا ہے۔ اس کے بغیر ہم صحیح معنی میں انصار اللہ نہیں کہلا سکتے۔ مگر ہمیں بالخصوص اُس مقصد کو پیش نظر رکھنا ہے جس کیلئے ہمارے آقا و مولا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث کئے گئے۔ پس یہی انصار اللہ کا حقیقی کام ہے کہ وہ اپنے آپکو اس بلند و بالا مقصد کے حصول کے اہل بنائیں جو ان مقدس ہستیوں کی بعثت میں مقصود ہے اور نہ صرف اپنے آپکو اس کا اہل بنائیں بلکہ حکیمانہ تبلیغ و تلقین اور عمدہ تربیت کے ذریعہ دوسروں کے اندر بھی اس مقصد کے حصول کی اہلیت پیدا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (سورۃ البقرہ ع۱۵) یعنی ہمارا رسول لوگوں کو خدائی احکام و فرائض کی تعلیم دیتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ اُن کو ان احکام کی حکمت اور ان کا فلسفہ بھی سکھاتا ہے اور ان کے اندر طہارت اور پاکیزگی اور تقویٰ پیدا کرتا اور اُنکی ترقی کے سامان مہیا فرماتا ہے

یہ وہ عظیم الشان مقصد ہے جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ ہم صحیح معنوں میں انصار اللہ نہیں بن سکتے جبتک کہ ہم اس مقصد کو حاصل نہ کر لیں کہ ہم دین سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ ہم دینی احکام کی حکمت اور فلسفہ معلوم کریں اور دوسروں کو بتائیں۔ ہم اپنے آپکو ہر قسم کی اخلاقی اور روحانی کمزوریوں سے پاک کرنیکی کوشش کریں اور پاکیزگی کی یہی روح دوسروں میں پیدا کریں اور بالآخر ہم ترقی کے اُن تمام سامانوں کو مہیا کریں جو گری ہوئی قوموں کو اوپر اُٹھانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ تزکیہ کے معنے صرف پاک کرنے کے ہی نہیں بلکہ ترقی دینے اور اوپر اُٹھانے کے بھی ہیں اسلئے یُزَكِّيهِمْ کے لفظ میں دونوں مفہوم شامل ہیں یعنی پاک کرنا اور اُوپر اُٹھانا۔ اس طرح یہ کُل چار مقصد بنتے ہیں اور یہ سارے مقصد انصار اللہ کے مدنظر رہنے چاہئیں۔

یہ کام اتنا وسیع ہے کہ اگر انصار اللہ کے ہر فرد کی ساری عمر اور ساری توجہ صرف اسی مقصد کے حصول میں خرچ ہو جائے تو بھی کم ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کام بااحسن طریق انجام دیئے۔ آپ نے ایک اُمّی قوم کو خدائی احکام کا سبق دیا۔

آپؐ نے اُن کو ان احکام کی حکمت اور فلسفے سے آگاہ فرمایا۔ آپؐ نے اُن کے اندر وہ پاکیزگی اور طہارت پیدا کر دی جو دنیا کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ آپؐ نے عربوں کی گری ہوئی قوم کو اس طرح اُوپر اُٹھایا اور ان کی ترقی کے ایسے سامان مہیا کئے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری معلومہ دنیا پر چھا گئے۔

پس وہ کام جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا اُس میں انصار اللہ کو خدا تعالیٰ کے کاموں میں مددگار بننا ہے یعنی اوّل کتاب اللہ کی تعلیم، دوم احکام الٰہی کی حکمت اور فلسفہ، سوم نفوس کی پاکیزگی اور طہارت اور چہارم قومی ترقی کے سامان مہیا کرنا۔ اُن پر خود چلنا اور دوسروں کو چلانا۔ یہ وہ چار باتیں ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے سچ مچ انصار اللہ خدا تعالیٰ کے مددگار اور خیر الامّت بن سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے یحیی الدین ویقیم الشریعۃ یعنی ہمارا یہ مامور و مرسل دین کو زندہ کریگا اور شریعت کو قائم کریگا۔ سو انصار اللہ کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت کو بڑھائیں اور تربیت کے ذریعہ مسلمانوں کو پھر اُس اعلیٰ مقام پر قائم کر دیں جس پر وہ قرونِ اولیٰ میں قائم تھے اس کے بغیر وہ حقیقی معنوں میں انصار اللہ نہیں سمجھے جا سکتے۔

انصار اللہ کے نام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے وہ یہ کہ چونکہ آپؑ حضرت مسیح ناصریؑ کے مثیل تھے اور اسی رنگ میں جمالی طریق پر اسلام کی خدمت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے اسلئے حضرت مسیح ناصریؑ کے حواریوں کی طرح آپؑ کی جماعت کو بھی انصار اللہ کے لفظ سے مخصوص نسبت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدائی کاموں میں اپنی مدد کے لئے لوگوں کو بلایا اُسوقت آپنے فرمایا مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ یعنی خدائی کاموں میں میرا کون مددگار ہے؟ اس پر حواریوں نے جواب دیا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ یعنی ہم خدائی کاموں میں آپکے مددگار ہونگے۔

ہم بھی مسیح محمدیؑ کے حواریوں کے زمرہ میں داخل ہیں اس لئے ہمارے لئے بھی انصار اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہماری ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ خدا کا مددگار بننا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ کام کسی ایک فرد کا نہیں بلکہ اس کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۹ء میں سلسلۂ بیعت کے آغاز سے قبل ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء کو جو اشتہار شائع فرمایا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا:-

"یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفۂ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ اُن نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرے کو فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر

نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ اُن کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔"

نیز فرمایا:۔

"مَیں دو ہی مسئلے لیکر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید کو اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں سے ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۴۳)

پھر ازالہ اوہام میں فرمایا:۔

"چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اسکو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو۔ نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولائے حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اٹھاؤ۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْن۔"

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے نام کے مسلمانوں کو سچے مسلمان بنانے کیلئے جماعت احمدیہ کو قائم فرمایا ہے اسلام کے عاشق مسلمان جو تن من دھن کو دین کی خاطر نچھاور کرنیوالے ہوں ایسے مسلمانوں کا پیدا کرنا اس جماعت کا مقصد ہے تاکہ اسلام کی تبلیغ دنیا بھر میں ہو قرآن مجید کی اشاعت اکنافِ عالم میں ہو اور دشمنانِ اسلام کے معاندانہ پروپیگنڈا اور اُنکے گندے اعتراضات کا جواب دیکر اسلام کا نورانی اور روشن چہرہ ساری دنیا میں ظاہر ہو۔ یہ مقصدِ عظیم ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور یہی وہ وصیت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو فرمائی ہے۔ آپؑ تاکید فرماتے ہیں کہ افرادِ جماعت ہمیشہ اس مقصدِ عظیم کو مدنظر رکھیں کیونکہ یہی عظیم الشان نصب العین جماعت احمدیہ کے قیام کی علتِ غائی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

ا۔ "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" (الوصیت ص۔)

ب۔ "اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی،

مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے
اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔" (فتح اسلام صہ ۱۶)

اس عظیم مقصد کے لئے ہمیں تن من دھن سے کوشش کرنا ہے مگر ظاہر ہے کہ اس الٰہی سلسلہ کے قیام و دوام کے لئے افرادِ جماعت کی صحیح تربیت از بس ضروری ہے۔ تربیت کو اس عمارتِ اشاعتِ دین کے لئے بنیادی پتھر کی حیثیت حاصل ہے اسلئے ہمارے امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تربیت کے لئے جماعت کے مختلف دائرے تجویز فرمائے ہیں اُن میں سے انصار اللہ اُن پختہ کار مگر بہمت جوان افرادِ جماعت کے مجموعہ کا نام ہے جو عمر کے لحاظ سے چالیس برس سے زیادہ ہیں مگران ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور اس شجرۂ طیبہ کی اپنے خون سے آبیاری کرنے کے لحاظ سے پیش پیش ہیں۔

مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اس مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے اپنا کام مختلف شعبوں میں تقسیم کر رکھا ہے جن کا پروگرام ہر سال بیرونی مجالس کو بھجوا دیا جاتا ہے۔ مرکزیہ انصار اللہ اُس پروگرام کے مطابق ہر بیرونی مجلس سے تعاون کی امید رکھتی ہے اور اس تعاون کے لئے انصار سے ہر مجلس میں اور ہر اجتماع میں عہد لیا جاتا ہے۔ پس ہم ممبرانِ انصار اللہ کو ہر لحظہ اس عہد کو اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہمارا مقصد اور نصب العین ہماری نظروں سے کبھی اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس پروگرام میں جو انصار اللہ مرکزیہ ہر سال شائع کرتی ہے عموماً سب باتیں مستقل حیثیت کی حامل اور تربیتِ نفس کے لئے بیحد مفید ہوتی ہیں۔ یوں تو اس پروگرام کی ہر شق بیحد اہم اور ہمارے لئے بیحد مفید ہوتی ہے مگر میں آپ کی توجہ اسوقت اس میں سے ایک امر کی طرف بالخصوص مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مجلسِ مرکزیہ سال بھر میں چار امتحانات کا اہتمام کرتی ہے جن کیلئے قرآن شریف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب بطور نصاب مقرر کی جاتی ہیں۔ یہ امتحانات قرآن مجید اور دینی کتب سے دلی لگاؤ پیدا کر کے ہماری تربیت کرنے میں خدا کے فضل سے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اسلئے ہم میں سے ہر ایک دوست کو ان میں شامل ہونا چاہیئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے گزشتہ سالانہ اجتماع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا ہے کہ کتبِ سلسلہ کے امتحانوں میں شریک ہونے والوں کی تعداد خدام میں بھی اور انصار میں بھی ابھی بہت کم ہے۔ اس کا ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ کوئی خواندہ ممبر انصار اللہ سوائے بیماری یا کسی اور سخت معذوری کے ایسے امتحان کی شرکت سے محروم نہ رہے۔ یہ امتحان گویا ایک گھریلو درسگاہ کا حکم رکھتا ہے اور ضروری ہے کہ انصار اللہ ان امتحانوں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔"

اللہ تعالیٰ ہماری غفلتوں اور سستیوں کو دور فرمائے اور ہمیں اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے۔ تا ہماری ہر حرکت و سکون اسلام کی آئینہ دار ہو۔ اور ہم اس مقصدِ عظیم میں خدا کے فضل سے کامیاب ہو جائیں جو انصار اللہ کے قیام کی اصل غرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؎

مجالس انصار اللہ کے لئے ایک قابل تقلید مثال

ضلع حیدر آباد کی مجالس کا کامیاب اور مثالی اجتماع

۲۷ جولائی کو صبح نو بجے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب شاہین ایکسپریس سے حیدر آباد پہنچے تو حیدر آباد و خیر پور ہر دو ڈویژنوں کی مجالس انصار اللہ کے اراکین ہی نے نہیں بلکہ خدام نے بھی کثیر تعداد میں وہاں جمع ہو کر مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ مجالس انصار اللہ حیدر آباد ڈویژن و خیر پور ڈویژن کی سرکردگی میں آپ کا نہایت پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ جملہ احباب دُور تک پھیلی ہوئی قطار میں کھڑے آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ مکرم قریشی صاحب نے فرداً فرداً سب احباب کا تعارف کرایا چنانچہ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے سب کو ہی باری باری شرفِ مصافحہ بخشا اور بعض کے ساتھ حسب موقع مختصر گفتگو بھی فرمائی۔

اجتماع اُسی روز تین بجے سہ پہر لطیف آباد کالونی میں شروع ہوا اور اگلے روز ایک بجے دوپہر تک پوری آب و تاب کے ساتھ جاری رہا۔ کراچی سمیت حیدر آباد ڈویژن اور خیر پور ڈویژن کی کوئی ایک مجلس انصار اللہ بھی ایسی نہ تھی جس کے نمائندے اجتماع میں شریک نہ ہوئے ہوں یہی وجہ تھی کہ اجتماع میں شریک ہونے والے انصار کی تعداد چھ صد تک جا پہنچی۔ اس لحاظ سے یہ سابق علاقہ سندھ کا سب سے زیادہ بارونق اور کامیاب ترین اجتماع تھا جس کے انعقاد کی سعادت ضلع حیدر آباد کی مجالس انصار اللہ کے حصہ میں آئی۔ اِس علاقہ کے تمام سابقہ اجتماعات کے بالمقابل اسے ایک اور خصوصی امتیاز یہ حاصل تھا کہ اس میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے ربوہ سے حیدر آباد تشریف لیجا کر بنفسِ نفیس شرکت فرمائی اور اِس طرح خیر پور سے لے کر کراچی تک کے انصار و خدام کی ایک بہت بڑی تعداد کو آپ کے رُوح پرور ارشادات سے مستفیض ہونے اور اپنے دامن ہائے استعداد کو علوم و معارف سے بھرنے کا غیر معمولی شرف حاصل ہوا۔ پھر اِس اجتماع میں کراچی، حیدر آباد، اور خیر پور کے مقامی مربیانِ سلسلہ کے علاوہ مرکز کی طرف سے محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس اور محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری نے بھی شرکت فرما کر اِس علاقہ کے انصار و خدام کو اپنے ایمان افروز لیکچروں کے ذریعے احمدیت کے عملی تقاضوں سے آگاہ کیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید علماء کا خود اِس دُور و دراز علاقے میں تشریف لا کر یہاں کے احباب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جاری ہونے والے چشمہ معانی سے سیراب کرنا ان احباب کی ایک ایسی

خوش بختی تھی کہ جس پر وہ بجا طور پر فخر کر سکتے تھے۔ چنانچہ اجتماع میں شریک ہر خوش نصیب شرابِ معرفت کے گھونٹ پی پی کر کیف و سرور کے عالم میں جھوم رہا تھا اور گویا زبانِ حال سے کہہ رہا تھا ؎

نگاہِ لطف میری جستجو میں بڑھتی آتی ہے
ہوں وہ میخوار جس کے پاس خود میخانہ آتا ہے

ان چھ صد انصار اور ایک کثیر التعداد خدام و اطفال نے ۲۷ اور ۲۸ جولائی کے دو دن اور ان کی درمیانی رات قرآن مجید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کے پُرمعارف درس اور اہم علمی اور تربیتی موضوعات پر علماء سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر سننے اور ذکرِ الٰہی سے اپنی زبانیں تر کرنے میں بسر کی۔ اجتماع کا پروگرام ۲۷ جولائی کو تین بجے سہ پہر سے شروع ہو کر نمازوں اور کھانے کے وقفہ کے سوا رات کو ساڑھے دس بجے تک جاری رہا۔ روحوں کو گداز کر دینے والی تقاریر سے مستفیض ہونے کے بعد احباب ساڑھے دس بجے شب اس حال میں نیند کی غرض سے اپنے بستروں میں دراز ہوئے کہ ان کی زبانیں ذکرِ الٰہی سے تر اور دل یادِ الٰہی میں مصروف تھے۔ مختصر نیند لینے کے بعد سب احباب تین بجے کے قریب رات کی خاموش گھڑیوں میں بیدار ہوئے اور وضو وغیرہ کرنے کے بعد ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے پھر مقامِ اجتماع میں آ جمع ہوئے۔ سب نے مل کر مکرم مولانا حافظ مبارک احمد صاحب کی اقتدا میں نمازِ تہجد ادا کی۔ آخرِ شب کے انتہائی پُرسکون ماحول میں خدا تعالیٰ کے سینکڑوں عاجز بندوں کا اُس کے حضور میں سجدہ ریز ہو کر غلبۂ اسلام اور امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے دردمندانہ دعائیں مانگنے کا یہ سلسلہ مسلسل سوا چار بجے تک جاری رہا۔ یہ ایک عجیب پُرکیف منظر تھا کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ دنیا والے خوابِ غفلت میں پڑے نیند کے مزے لے رہے تھے شمعِ احمدیت کے یہ پروانے اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع و سجود اور قعدہ و قیام ہر حالت میں خدائے قادر و قدوس کے حضور اپنی یہ دردمندانہ التجائیں پیش کرنے میں مصروف تھے کہ اے ہمارے قادر و عزیز خدا! تو دینِ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کر کے وہ دن جلد لا اور ہماری زندگیوں میں ہمیں وہ دن دکھا کہ جب دنیا میں ہر طرف اسلام ہی اسلام ہو اور یہ دنیا تمام تر توحید کے پرستاروں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں سے ہی آباد نظر آئے۔ اور اے ہمارے قادر و شافی خدا! تو ہمارے پیارے امام کو جس کے ذریعہ سے تو نے اپنے وعدوں کے عین مطابق اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلانے اور اسے غالب کرنے کے غیر معمولی سامان کئے ہیں جلد کامل صحت عطا فرما اور صحت و عافیت کے ساتھ اس کا بابرکت و مقدس سایہ ہمارے سروں پر دراز سے دراز تر کرتا چلا جا تا ہم اس کی فعّال قیادت و سیادت میں اسلام کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کر کے اس کے آخری اور ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والے غلبہ اور فتح کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اُس کے عاجز بندوں

کا یہ عجز و نیاز ایک عجیب پُرکیف منظر کا حامل تھا اور دل اس یقین سے لبریز ہو رہے تھے کہ انشراحِ روحانیت اور قبولیت کی اِن مبارک گھڑیوں کا میسّر آجانا انسان کی انتہائی خوش بختی پر دلالت کرتا ہے۔

دلوں کو گداز کر کے انہیں جِلا اور روشنی عطا کرنے والے اِس عجز و نیاز کے بعد سب احباب نے مل کر نماز فجر باجماعت ادا کی۔ اس کے بعد قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے پُرمعارف درس ہوئے اور پھر ناشتہ کے وقفہ کے بعد اجلاسوں کے انعقاد کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ ۹ بجے صبح اجتماع کے پانچویں اور آخری اجلاس کا انعقاد محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی زیرِ صدارت عمل میں آیا۔ اِس خصوصی اجلاس کے دَوران سوز و گداز کی کیفیت اپنے نقطۂ عروج کو جا پہنچی۔ اِسی اجلاس میں باہمی محبّت و اخوّت کی بنیادی اہمیت سے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل ہلا دینے والے پُر درد و پُرسوز ملفوظات سُنائے گئے۔ اِن ملفوظات کو سُنکر ہر دل تڑپ اُٹھا اور ہر آنکھ نم ہوئے بغیر نہ رہی۔ اُن کی حیات بخش تاثیر کی بدولت کیف و سرور کا ایک ایسا عالم طاری ہؤا کہ پورا اجتماع اہتزاز کی ایک خاص کیفیت کے زیرِ اثر جھوم اُٹھا۔ بعد ازاں باہمی محبّت و اخوّت اور اتحاد و ائتلاف کے آسمانی ذریعہ یعنی خلافت کی اہمیت اور اس کی برکات پر مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربّی سلسلہ مقیم حیدر آباد کی پُرجوش تقریر ہوئی اور پھر اِس محبت و اخوّت اور اتحاد و ائتلاف کے عظیم الشان ثمرہ پر روشنی ڈالنے کی غرض سے محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ نے "اسلام کے عالمگیر غلبہ" پر بہت ٹھوس، مدلّل اور پُرمغز تقریر فرمائی جس میں آپ نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے رونما ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب کی مسحور کُن کیفیت کو بہت دلآویز پیرائے میں ذہن نشین کرایا۔

پھر اِسی اجلاس میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے سندھ کے دُور دراز علاقوں سے آئے ہوئے سینکڑوں انصار و خدام کو ایک نہایت روح پرور، بصیرت افروز اور ولولہ انگیز خطاب سے نوازا۔ آپ نے سابق علاقۂ سندھ میں آباد مسیحیوں اور ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا ایک جامع منصوبہ پیش کرنے اور اِس ضمن میں احباب کو اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلانے کے بعد خود اپنا مقام سمجھنے اور پھر اُس کے مطابق اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے اور اس انقلاب سے دوسروں کی زندگیوں کو ہمکنار کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر شخص کو سوچنا چاہیئے کہ "مَیں کیا ہوں ؟" اور پھر بحیثیتِ مجموعی ہمیں خود اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیئے کہ "ہم کیا ہیں ؟" آپ نے فرمایا کہ اِس اہم ترین سوال کے صحیح جواب اور اس کے کما حقّہٗ احساس کے ساتھ خود ہماری اپنی نجات اور کُل جہان کی نجات وابستہ ہے۔ آپ نے اِن سوالوں کا جواب ایسے ولولہ انگیز پیرائے اور ایسے مسحور کُن انداز میں دیا کہ سامعین پر وجد کی کیفیت طاری

ہوگئی اور وہ فرطِ مسرت سے بے اختیار جھومنے لگے۔ آپ نے بڑے ہی اچھوتے انداز میں یہ امر ذہن نشین کرایا کہ ہم احمدی ہونے کی حیثیت میں حیّ و قیوّم، قادرِ مطلق اور ناطق خدا پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری دعاؤں کو سنتا، ان کا جواب دیتا اور انہیں قبول کرتا اور ہمیں اپنی تائید و نصرت سے نواز کر فائز المرام کرنے کا یقین دلاتا ہے۔ پھر ہم وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کو قیامت تک جاری مانتے ہیں اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپؐ کی پیروی اور اتباع کی برکت سے ہم حسبِ استعداد و استطاعت روحانی علو و ارتفاع حاصل کر سکتے ہیں اور کر ہی نہیں سکتے بلکہ برابر حاصل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور ہم نے ایک خدائی جماعت کی حیثیت سے ساری دنیا کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کرنا ہے اور آپؐ کے عدیم المثال مقامِ ختمِ نبوت کے طفیل اپنی ہی طرح کُل دنیا کو روحانی افضال و انعامات اور فیوض و برکات سے متمتع کرنا اور اسے بھی قربِ الٰہی کی راہ پر گامزن کر کے عرشِ الٰہی تک پہنچانا ہے۔ مذکورہ بالا دو سوالوں اور ان کے مسحور کُن جواب کے ضمن میں محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے ایسے دلکش پیرایہ میں احباب کو اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلائی کہ ایک ایک بات ذہن نشین ہوتی اور دل میں اُترتی چلی گئی۔ اس رُوح پرور اور ولولہ انگیز خطاب کے بعد آپ نے ایک پُرسوز اجتماعی دعا کرائی اور اور یہ بابرکت اجتماع جو علاقائی اجتماعوں میں ایک مثالی اجتماع کی حیثیت رکھتا تھا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں پر اختتام پذیر ہوا۔ اس طرح وہ سینکڑوں انصار و خدام جو سابق سندھ کے مختلف علاقوں سے حیدرآباد کھنچے چلے آئے تھے روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونے اور علوم و معارف سے اپنی جھولیاں بھرنے کے بعد خدمتِ دین کا ایک نیا جوش، نیا ولولہ اور نئے عزائم لے کر اپنے گھروں کو واپس لَوٹے۔

ضلع حیدرآباد کی مجالس انصار اللہ کے جملہ عہدیداران اور علی الخصوص مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ حیدرآباد و خیرپور ڈویژنز، مکرم ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب صدیقی امیر جماعتہائے احمدیہ حیدرآباد ڈویژن، مکرم کرنل ڈاکٹر ضیاء الحسن صاحب، مکرم بابو عبد الغفار صاحب زعیم انصار اللہ حیدرآباد، مکرم ماسٹر رحمت اللہ صاحب پریذیڈنٹ جماعتِ احمدیہ حیدرآباد اور مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس مستحق مبارکباد ہیں کہ جن کی کاوشوں اور انتھک مساعی کے نتیجے میں حیدرآباد میں ایسے کامیاب اور مثالی اجتماع کا انعقاد ممکن ہوا اور کراچی سے لے کر خیرپور تک کی مجالس انصار اللہ کے اراکین کو اس میں شمولیت اختیار کرنے اور اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی غیر معمولی سعادت میسّر آئی۔ حق یہ ہے کہ انہوں نے دوسری مجالس انصار اللہ کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کر دکھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن سب عہدیداران اور مخلص کارکنوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بیش از بیش خدمات کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین +

بچوں کا صفحہ

خطرناک نقص

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے والدین کے ساتھ بہت احترام سے پیش آنا چاہیئے اور اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط (العنکبوت آیت ۹) یعنی یہ کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنے کو خطرناک نقص قرار دیا ہے اور والدین کی خدمت بجا لانے کی پُرزور تلقین فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

”ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔ مجھے افسوس ہے کہ اِس زمانہ میں بہت سے نوجوان ایسے دکھائی دیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کا مناسب احترام نہیں کرتے اور نہ اُن کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں بلکہ اولاد میں سے کسی کو اگر کوئی اچھا عہدہ مل جائے تو وہ اپنے غریب والدین سے ملنے میں بھی شرم محسوس کرتا ہے ..... گویا ماں باپ کا نام روشن کرنا تو الگ رہا اُن کے نام کو بٹہ لگانے والے بن جاتے ہیں۔ دنیا داروں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو والدین کی پورے طور پر عزت کرتے ہیں۔ اور زمینداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ دونوں میں یہی حالات نظر آتے ہیں۔

اِسی طرح بعض نوجوان اپنی ماؤں کی خبرگیری ترک کر دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اماں جی کی طبیعت تیز ہے اور میری بیوی سے انکی بنتی نہیں۔ حالانکہ بیوی کو ماں سے کیا نسبت۔ بیوی نے اس کے فائدے کیلئے کیا کیا ہوتا ہے۔ وہ نوجوانی کی حالت میں اُسکی خدمت کرتی ہے لیکن ماں جس نے اپنی چھاتیوں سے دُودھ پلایا ہوتا ہے اور محنت و مشقت کر کے پڑھایا ہوتا ہے اُس سے اِس لئے مُنہ موڑ لیا جاتا ہے کہ بیوی سے اُس کی بنتی نہیں۔

پس اِس خطرناک نقص کو دُور کرو اور اپنے والدین کی خدمت بجا لاؤ۔ ورنہ تم اُس جنّت سے محروم ہو جاؤ گے جو تمہارے ماں باپ کے قدموں کے نیچے رکھی گئی ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۲۸۳)

مؤمن کی شان

(حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّظلّہا العالی)

ذیل میں ہم حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی ایک نہایت ہی پیاری نظم کے چند اشعار شائع کر رہے ہیں۔ حضرت سیدہ موصوفہ نے یہ نظم آج سے بہت زمانہ پہلے محترم عبدالرحیم خان صاحب (عرف خالد) کو جب وہ انگلستان میں تھے لکھ کر ارسال فرمائی تھی۔ بچوں کو چاہیئے کہ وہ اِن اشعار کو بہت توجہ سے پڑھیں اور اِن میں حضرت سیّدہ موصوفہ نے جو دینی نصائح فرمائی ہیں اُن پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب بچوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

راضی ہو خدا تُم سے شیطاں ہو جُدا تُم سے — لبریز رہے سینہ ایمان کی دولت سے

مخدوم وہی ہوگا جو دین کا خادم ہو — سب شان ہے مسلم کی اسلام کی شوکت سے

بن جاؤ خدا کے تُم آجائے گی خود دنیا — جوڑے ہوئے ہاتھوں کو تر عرقِ ندامت سے

ہاں یاد رہے خالد یہ شان ہے مؤمن کی — مایوس نہیں ہوتا اللہ کی رحمت سے

محنت ہو اگر سچّی ضائع وہ نہیں ہوتی
تُم کام کئے جاؤ اِخلاص سے ہمّت سے

(دُرِّ عدن)

اہم مرکزی اعلانات

انصار اللہ کا نواں سالانہ اجتماع

یکم، ۲، ۳ نومبر ۱۹۶۳ء

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا نواں سالانہ اجتماع انشاء اللہ یکم، دو، اور تین نومبر ۱۹۶۳ء کو ربوہ میں منعقد ہوگا۔ ناظمین اضلاع و علاقہ انصار کو اس میں کثرت سے شریک کرنے کے لئے ابھی سے تحریک شروع کر دیں۔

شوریٰ انصار اللہ کے لئے تجاویز زیادہ سے زیادہ ۲۰ ستمبر تک اور نمائندگان کے اسماء ۲۰ اکتوبر تک بوساطت و منظوری مجلس عاملہ مقامی مرکز میں پہنچ جانے چاہئیں۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

تمام اراکینِ انصار اللہ متوجہ ہوں!

خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان میں آٹھ سو سے زائد مقامات پر جماعتیں قائم ہیں لیکن قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ ابھی تک ہر جماعت میں مجالس انصار اللہ قائم نہیں ہوئیں۔ بعض جماعتیں اِس غلط فہمی میں ہیں کہ ان کے ہاں انصار اللہ کی تعداد بہت کم ہے اس لئے مجلس قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ اگر کسی مقام پر تین انصار بھی موجود ہوں تو وہاں مجلس قائم ہونی چاہیئے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ابھی تک اِس تنظیم کی اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ چھوٹی سی جماعت میں الگ مجلس قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ اطفال، خدام اور انصار کی ذیلی تنظیمیں قائم کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر ایک پہلو سے سستی ہو تو دوسرے پہلو سے بیداری پیدا ہو جائے۔ پس یہ ذیلی تنظیمیں خدائی منشاء کے ماتحت جماعت کو بیدار اور چوکس رکھنے کے لئے قائم کی گئی ہیں اور ان میں بڑی برکات مضمر ہیں۔ پس اِس اعلان کے ذریعہ ۴۰ سال سے زائد عمر کے تمام افراد کو ایک بار پھر اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں فوراً مجالس قائم کریں۔ امیر یا پریذیڈنٹ صاحب مقامی کی نگرانی میں اپنے میں سے کسی ایک فرد کو زعیم منتخب کریں اور مرکز کو اِس انتخاب کی اطلاع دے کر منظوری حاصل کر لیں۔

امراء و پریذیڈنٹ صاحبان جماعتہائے احمدیہ کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ وہ اِس طرف فوری توجہ فرمائیں۔ اگر ان کی جماعت میں ابھی تک مجلس انصار اللہ کا قیام عمل میں نہیں آیا تو اپنی اوّلین فرصت میں ۴۰ سال سے زائد عمر کے افراد کو جمع کر کے انکے زعیم کا انتخاب کرائیں اور مرکز کو جلد مطلع کریں تاکہ منظوری دی جا سکے۔ مشرقی پاکستان کے امراء و پریذیڈنٹ صاحبان خاص طور پر اِس طرف توجہ فرمائیں۔ (قائد تجنید مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا نواں سالانہ اجتماع

الحمد للہ کہ سالانہ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ کے مبارک ایام اب پھر قریب آرہے ہیں جیسا کہ آپ کو روزنامہ "الفضل" میں شائع شدہ اعلانات سے معلوم ہو چکا ہوگا۔ امسال اس خالص دینی و تربیتی مرکزی اجتماع کے انعقاد کے لئے یکم، دو اور تین نومبر ۱۹۶۳ء (بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار) کی تاریخیں مقرر کی گئی ہیں۔ ان تاریخوں میں ہمارا یہ نواں سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کی مخصوص روایات کے ساتھ ربوہ میں منعقد ہوگا۔ اس میں شمولیت خدا کے فضل سے انصار اللہ کے لئے تزکیۂ نفوس اور تطہیر قلوب کی دولت سے مالا مال کرنے کا موجب ہوا کرتی ہے اور اس میں شامل ہونے والے خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے قلوب میں نمایاں تغیر اور اپنی زندگی میں واضح تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔ ایسے بابرکت اجتماع میں شمولیت سعادتِ عظمیٰ کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی عظیم الشان برکات کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ خدام بھی اس میں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہوتے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انصار اللہ کا بدرجہ اولیٰ یہ فرض ہے کہ وہ روحانی تربیت کے اس انمول موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے ابھی سے کوشش شروع کر دیں اور پہلے سے زیادہ تعداد میں اپنے اس مرکزی اجتماع میں شریک ہوں۔ آپ سے یہ بھی گزارش ہے کہ:۔

(۱) مجلس شوریٰ انصار اللہ میں پیش کرنے کے لئے کوئی تجاویز اگر آپ اپنی مجلس کی طرف سے بھجوانا چاہیں تو مقامی مجلس عاملہ کی منظوری حاصل کر کے زیادہ سے زیادہ ۲۰ ستمبر تک ان سے مطلع فرماویں تاکہ مجلس عاملہ مرکزیہ ان پر غور کر سکے اور شوریٰ کے لئے ایجنڈا مرتب کر کے تمام مجالس کو غور کرنے کے لئے شوریٰ سے کافی عرصہ قبل بھجوایا جاسکے۔ ایسی تجاویز کے مرکز میں پہنچنے کی آخری تاریخ ۲۰ ستمبر مقرر کی گئی ہے۔

(۲) آپ کی مجلس کی طرف سے مجلس شوریٰ انصار اللہ میں شرکت کے لئے نمائندگان کے اسماء گرامی کے متعلق مرکز میں اطلاع زیادہ سے زیادہ ۲۰ اکتوبر تک پہنچ جانی چاہیئے۔ بیس اراکین یا اس کی کسر پر ایک نمائندہ منتخب ہوگا۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام اور ناظم / ناظم اعلیٰ۔ زعیم / زعیم اعلیٰ بحیثیتِ عہدہ شوریٰ کے رکن ہونگے۔

سالانہ اجتماع کا چندہ ازراہِ کرم جلد بھجوا دیا جائے تاکہ اجتماع کی تیاری میں روک پیدا نہ ہو۔

آپ کے تعاون کا شکریہ

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

جماعت احمدیہ کی تیار کرنے کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ھیں :۔

''اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ھے کہ زبان ، کان ، آنکھ اور ھر ایک عضو میں تقوی سرایت کر جاوے ۔ تقوی کا نور اس کے اندر اور باھر ھو ۔ اخلاق حسنہ کا اعلی نمونہ ھو ، اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ نہ ھو ۔ میں نے دیکھا ھے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ھے ۔ تھوڑی تھوڑی بات پر کینہ اور بغض پیدا ھو جاتا ھے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ھیں ۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں کچھ حصہ نہیں ھوتا ۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ھے کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ ھو رھے اور اس کا جواب نہ دے ھر ایک جماعت کی اصلاح اول اخلاق سے شروع ھؤا کرتی ھے کہ اس پراچھی طرح سے تربیت میں ترقی کرے ۔ اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ھے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کے لئے درد دل سے دعا کرے کہ اللہ اس کی اصلاح کر دے اور دل میں کینہ ھرگز نہ بڑھاوے ۔ جیسے دنیا کے قانون ھیں ویسے خدا کا بھی قانون ھے ۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ اپنے قانون کو کیسے چھوڑ دے ۔

پس جب تک تبدیلی نہ ھو گی تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں ۔ خدا تعالی ھرگز پسند نہیں کرتا کہ علم اور صبر اور عفو جو عمدہ صفات ھیں ان کی جگہ درندگی ھو ۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے ۔ لیکن مجھے افسوس ھے کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک اخلاق میں کمزور ھے ۔ ان باتوں سے شماتت اعداء ھی نہیں ھے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ھیں ،،

(تقریروں کا مجموعہ صفحہ ۵)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں طبع ھؤا